تذکرہ نعت گویانِ بریلی

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب

تذکرۂ نعت گویان بریلی

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب
ایم - اے، پی - ایچ - ڈی

قیمت : Rs 20/-
باراول : ۱۹۸۶ء
تعداد : ۶۰۰
پریس : کلر پرنٹنگ پریس
کاتب : سمیع الدین بدایونی

دستیاب

ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب، [illegible] والان بریلی
روشن پبلی کیشنز، روشن محل، سوتھا بدایوں
مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی

محمد سرِ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

یہ کتاب یو۔ پی اردو اکادمی کے مالی
اشتراک سے شائع ہوئی

ترتیب

ابتدائیہ

میں نے میر حسان الحیدری مدیر ماہنامہ آستانہ زکریا ملتان کے اصرار پر نعت گویان اردو پر تعارفی مضامین کے سلسلے کا آغاز ۱۹۵۶ء میں کیا جو سنہ ۱۹۶۱ء تک جاری رہا۔ جب میر حسان الحیدری اس ماہنامے سے علیحدہ ہوگئے میں نے یہ سلسلہ مضامین بند کردیا۔ اس کے بعد ۱۹۶۹ء میں ایک ریسرچ اسکالر سے نعت گویانِ بریلی کے متعلق گفتگو کرتے وقت ایک تذکرہ مرتب کرنے کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ میں نے سنہ ۱۹۸۰ء تک یہ تذکرہ مرتب کردیا مگر اس پر نظرِ ثانی کی نوبت ۱۹۸۵ء میں آئی اور وہ بھی جناب شمس بدایونی کی تحریک پر جنھوں نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی اشاعت پر زور دیا۔

میں نے یہ تذکرہ چند شعرائے بریلی (۱۹۷۶ء) کی طرح بریلی کی ادبی حیثیت کو متعارف کرانے کے خیال سے مرتب کیا ہے۔ اس تذکرے سے کچھ نہیں تو کم از کم یہ فائدہ تو ضرور ہوگا کہ بریلی کی جدید نسل اپنے شہر کی نعت گوئی کی تاریخ اور اس کے حاصل سے واقف ہوجائے گی۔

میں نے تذکرے میں شعراء کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ضروری ہے مگر شاعر کا تعارف کراتے وقت اس کے عہد کا تعین کردیا ہے

میں نے پوری کوشش کر کے شعراء کی تاریخ وفات قوسین میں درج کر دی ہاں جن شاعروں کی تاریخ وفات نہیں مل سکی ان کے عہد کا ذکر کر دیا ہے جہاں ضروری معلوم ہوا وہاں اس عہد کے شعری میلانات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

نعتیہ شاعری کے سرمائے میں نعتیہ غزلیات۔ قصائد، مثنویات، مسدسات، سلام وغیرہ شامل ہیں مگر میں نے بخوف طوالت صرف نعتیہ غزلیات کا انتخاب پیش کیا ہے۔ البتہ اس کا التزام ضرور کیا ہے کہ ہر نعت گو کا تعارف پیش کرتے وقت اس بات کو بھی کسی نہ کسی حد تک وضاحت کر دی جائے کہ اسے غزل کے علاوہ کس کس اصناف سخن میں دسترس تھی اس التزام کے بغیر معلومات تشنہ رہ جاتیں اور یہ کمی ایسی تھی جسے ہر قاری محسوس کئے بغیر نہ رہتا

میں اس وقت یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اس تذکرے میں صرف ان نعت گویان کو جگہ دی ہے جو صرف نعت گو تھے یا جنھوں نے نعت گو کی حیثیت سے بھی شہرت پائی۔ اس تذکرے میں جن نعت گویان کی شمولیت نہ ہو سکی اس کا باعث ان کے کلام نعت کی عدم فراہمی ہے ان میں بعض دورِ جدید کے شعراء بھی شامل ہیں جنھوں نے تقاضے کے باوجود اپنا نعتیہ کلام عطا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس سلسلے میں آخری کوشش انور چغتائی کی معرفت کی گئی اور جو حالات و کلام وہ حاصل کر سکے ضمیمے میں پیش کر دیے گئے۔ میرے قارئین کو یہ بات بہرحال ذہن میں رکھنی ہوگی کہ میں نے یہ کام تقسیم وطن کے بعد پیدا ہونے والے حالات میں کیا ہے جبکہ متعلقہ افراد اور نجی کتب خانے اور کتب میری دسترس کے باہر ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے موضوع پر یہ پہلا کام ہے ظاہر ہے جن دشواریوں کا مجھے سامنا کرنا پڑا اور قطرہ قطرہ معلومات جمع کر کے جس طرح کوزہ بھرا وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔

میں آخر میں جناب سید تعظیم علی نقوی بریلوی کا شکر گزار ہوں

ہر چند وہ کراچی میں ہیں انھوں نے اپنے خاندان کے پرانے شعراء کے حالات بھیجے، بعض شعراء کے مطبوعہ دواوین کے صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بھیجیں اور مجھ سے اس قدر دور رہتے ہوئے بھی میرے کام میں دلچسپی لی۔

میں جناب شمس بدایونی سلمہٗ کا بار دگر شکر گزار ہوں کیونکہ ان کی ترغیب سے ہی میں نے مسودے پر نظرثانی کی اور اشاعت کی منزل تک پہنچایا۔

۳۰/۲۔ پھول والان
بریلی

سید لطیف حسین ادیب
۲ر جنوری ۱۹۸۶ء

مقدمہ

بریلی میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز روہیلوں کے دورِ اقتدار میں ہوا۔ روہیلوں کے سیاسی اقتدار اور ان کی سخن پروری نے درجنوں شعراء کو بریلی کی طرف متوجہ کیا۔ دہلی میں نادر گردی (۱۷۳۸ء/۱۷۳۹ء) اندرونی خلفشار اور بعد کو احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے شعرائے دہلی کے حوصلے پست کر دیئے۔ بالآخر کار انھوں نے بریلی، فرخ آباد، فیض آباد اور لکھنؤ وغیرہ کا سفر اختیار کیا۔ نوابین روہیلہ سخن سنج اور سخن پرور رئیس تھے۔ بیرونجات کے درجنوں شعراء بریلی کے امراء سے وابستہ ہو گئے۔ خود نواب حافظ رحمت خاں سخن پرور اور ادب دوست تھے۔ ان کے پسران میں نواب عنایت خاں اور نواب محبت خاں سخن پرور امراء میں سے تھے۔ نواب عنایت خاں (المتوفی ۱۷۷۳ء) کی سرکار میں میر [illegible] علی شاہجہاں آبادی ملازم تھے جن کے متعلق میر حسن نے لکھا ہے:

"بہ عنایات یزدانی از راہ قدر شناسی و نکتہ دانی عالی خان
خلف حافظ رحمت خاں، عنایت خاں غفر اللہ سرِ صدرو
ممتاز۔ چندے در بریلی اقامت داشت۔[1]"

نواب محبت خاں محبت (المتوفی ۱۸۰۹ء) اصلی پایہ کے شاعر اور

[1] تذکرہ شعرائے اردو - ص ۱۷۳

مربیِ سخن تھے ان کی سرکار سے خواجہ حسن مودودی چشتی دہلوی وابستہ تھے ان کے قیامِ لکھنؤ کے زمانے میں جعفر علی حسرت اور قلندر بخش جرأت ان کی معارف پروری سے سرفراز ہوئے۔

نواب علی محمد خاں (المتوفی ۱۷۴۹ء) کے پسران میں نواب محمد یار خاں امیر (المتوفی ۱۷۷۵ء) بڑے شاعر اور مربیِ سخن تھے ان کے متعلق مصحفی نے لکھا ہے:

"در علمِ موسیقی و ستار زدن یگانہ روزگار و در رعنائی و زیبائی جوانے بود باغ و بہار۔ درایامیکہ بہ ترغیب حکیم کبیر سنبھل شوق شعر ہندی دامن دلش را بسوئے خود کشید خطے بطلب میر سوز و مرزا محمد رفیع نوشتہ روانہ کرد۔ چوں در ایام ہر دو بزرگ در سرکار مہربان خاں رند تخلص بجیغۂ شاعری عزو امتیاز داشتند از فرخ آباد آمدن ایشاں بہ ٹانڈہ کہ موضع بود و باش نواب بود اتفاق نیفتاد۔ آخر کار میاں محمد قائم کہ دراں ایام در بسولی بودند حسب الارشاد آمدہ شرفِ ملازمت آں والا جناب دریافت و بہ ماہے یک صد روپیہ عزو امتیاز دادہ با استادیش برداشت۔[1]"

اس کے بعد مصحفی نے اپنے متعلق لکھا ہے:

"حقیر مصحفی از حاضرانِ مجلس او بود ہر وقت کہ غزل طرح می فرمودند بس انجام می رسانید۔[2]"

قائم چاندپوری نے محمد یار خاں امیر کو دعا دیتے ہوئے لکھا ہے

تجھ کو قائم رکھے اللہ بہت سال اے امیر ؎ مجتمع سائے میں ہیں جس کے سخنداں ایسے

نواب محمد یار خاں امیر کے زیرِ سایہ جو مشہور شعراء کا ٹانڈہ (تحصیل آنولہ ضلع بریلی) میں

[1] تذکرہ ہندی۔ ص ۱۳۱ [2] ایضاً

جمع ہوئے ان کے نام یہ ہیں ——— قائمؔ چاند پوری۔ مصحفیؔ۔ حکیم کبیرؔ سنبھلی۔ سید پروان علی شاہ پروانہؔ۔ نعیم اللہ خاں نعیمؔ۔ فدوی لاہوری۔ مولوی قدرت اللہ قدرتؔ

افسوس ٹانڈہ کی محفل سخن روہیلوں کے زمانے میں ہی اجڑ گئی۔ نواب ضابطہ خاں کو بہ مقام سکرتال شاہ عالم اور مرہٹوں کی افواج کے مقابلے میں ۱۷۷۲ء میں شکست ہوئی۔ جب یہ خبر عام ہوئی کہ مرہٹے روہیلکھنڈ میں داخل ہونیکا ارادہ کر رہے ہیں، عوام و خواص دامن کوہ میں چلے گئے۔ شعراء نے ہجرت اختیار کی اور وہ نئے مربیوں کی تلاش میں دیگر شہروں کو روانہ ہوگئے۔ مصحفی نے لکھا ہے۔

"واللہ کہ یاد آں صحبت گذشتہ داغ ناکامی بر دل دردمند می گذارد"[1]

مصحفی کا یہ شعر بھی حسب حال ہے ؎

اے مصحفی میں رو دوں کیا پچھلی صحبتوں کو
جن جن کے کھیل ایسے اکثر بگڑ چکے ہیں

نواب علی محمد خاں کے دوسرے فرزند نواب عبداللہ خاں (المتوفی ۱۷۶۰ء) اردو اور فارسی کے شاعر تھے۔ عاشقؔ، آزادؔ اور مبتلاؔ ان کے تخلص تھے وہ بھی مربی سخن تھے۔ حکیم نجم الغنی نے مولوی قدرت اللہ شوقؔ کے حوالے سے لکھا ہے۔

"پیش ہمت او حاتم طائی را یکے از گدایاں وار دباید شمرد و در رعایت فقراء و شعراء وحید زمان بود"[2]

تذکرہ بلا شعراء کے علاوہ مصحفی نے تذکرہ ہندی میں جن شعراء کی اس اعتبار سے نشاندہی کی کہ وہ ان کی خدمت میں بغرض اصلاح ٹانڈہ میں حاضر ہوئے یا جن شعراء کو انھوں نے

(۱) تذکرہ ہندی۔ ص: ۱۳۰

(۲) اخبار الصنادید۔ ص: ۲۸۹

ٹانڈہ میں دیکھا، ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔
عشقی مراد آبادی۔ عظیم۔ مراد علی جرأت مراد آبادی۔

ہندو امراء میں دیوان راجہ مان رائے، جو پسر محمد علی روہیلہ کے مدار المہام تھے، کے صاحبزادے بلاس رائے رنگینؔ معروف شاعر تھے۔ میر حسن نے ان کے متعلق لکھا ہے

"طبع موزونے دارد"[1]

دیگر شعرائے بریلی میں میر غلام علی عشرتؔ (المتوفی ۱۸۲۱ء) نے بڑی شہرت حاصل کی وہ ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء میں سقوط روہیلکھنڈ کے بعد رام پور چلے گئے اور وہیں معروف ہوئے۔

اس وقت یہ بتانا بے محل نہیں ہوگا کہ روہیلہ امراء اہل سخن تو تھے ہی ان کا کردار بھی بہت مضبوط تھا۔ زنان بازاری سے دلچسپی رکھنا، ان کو اپنے حرم میں داخل کرنا، محافل مجرا منعقد کرنا یا دارالسلطنت کے کسی کوچے میں ان کو آباد کرنا وغیرہ ان کے دور اقتدار میں مروج نہیں تھا۔ وہ راسخ عقیدہ سنی اور صلوٰۃ و اذکار کے پابند تھے۔ خود نواب حافظ رحمت خاں سلسلۂ عالیہ میں بیعت تھے اور انھوں نے اپنے مرشد سید معصوم شاہؒ اور ان کے والد سید احمد شاہؒ کو بریلی بلاکر قلعہ نو محلہ میں آباد کیا۔ مسجد نو محلہ بریلی میں ان بزرگوں کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ امیر الامراء نواب نجیب الدولہ (المتوفی ۱۷۷۰ء) نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحریک احیائے دین میں شرکت کی، نجیب آباد میں اس تحریک کا مرکز قائم کیا اور بعد کو جملہ روہیلہ سرداروں نے مرہٹوں کے خلاف جنگ پانی پت (۱۷۶۱ء) میں احمد شاہ ابدالی کا ساتھ دیا۔ درحقیقت روہیلوں کی دین پسندی نے علماء و فقراء

(۱) تذکرہ شعرائے اردو۔ ص: ۱۴۷

کو وردد بریلی پر مجبور کیا اور بعد کو جب معاہدہ لال ڈانگ (۱۷۷۵ء) کے بعد ریاست رامپور وجود میں آئی ۔ اور وہاں کے نوابین کی جانب سے علوم و فنون کی قدردانی کے ضمن میں ان کی داد و دہش کا شہرہ عام ہوا تو وہاں شعراء کے علاوہ علماء اور فقراء کا بھی مجمع لگ گیا۔ کتب سیر اور تذکرات الشعراء العلماء، فقراء اور شعراء کے نام ملتے ہیں۔ اس دور کی قہور کا بھی پتہ لگتا ہے مگر ان کا نعتیہ کلام نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اس دین پرست دورِ حکومت میں نعت و تصوف کے کلام کی کمی نہیں ہوگی ۔

روہیلکھنڈ کا سیاسی اقتدار ختم ہونے کے بعد (۱۷۷۴ء) اور مہاجرت شعرائے وقت بریلی کے جن شعراء نے بریلی کے باہر قدم نہیں نکالا وہ درمیانِ سخن سے محروم ہوئے۔ ان کا کلام بھی شائع نہیں ہوا اور ہر چند بعد کو ان میں سے بعض کا مذکور چند تذکرات میں ہوا مگر وہ ناکافی ہے ۔ اس وقت بریلی کے شعرائے متقدمین اور شعرائے متوسطین کا جس قدر سرمایہ لائبریریوں میں محفوظ ہے وہ دعوتِ تحقیق دے رہا ہے۔ یہ اپنی جگہ ایک دلچسپ بات ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں بھی جبکہ شعرائے بریلی گمنامی کے بحر میں غوطہ زن تھے بریلی میں لطف علی خاں لطف ایک صاحبِ دیوان نعت گو کی حیثیت سے معروف ہوئے اور ان کا شمار شمالی ہند کے ابتدائی نعت گویان کی فہرست میں کیا گیا اس دور کے بیشتر نعت گویان کا کلام دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے حد محتاط تھے۔ ان شعراء نے سامنے کے مضامین نظم بند کئے اور یہ خیال رکھا کہ مضمون بے محل نہ ہو۔ ان کی نعتیہ شاعری میں شمائل نبوی، واقعہ معراج، اوصاف نبوی اور دیار گنبد خضرا وغیرہ پر مبنی مضامین کی بھرمار ہے وہ دعائیہ اشعار کے سبب اپنے جذبات کے اظہار میں بے ساختہ نہیں ہوئے انھوں نے بلاغت سے بھی گریز کیا اور سلیس زبان میں نعت لکھی مگر انیسویں صدی عیسوی

کے نصف آخر ہی میں بریلی کے اسلوب نعت گوئی میں تبدیلی پیدا ہوئی ۔ مولوی احمد رضا خاں رضا بریلوی (المتوفی ۱۹۲۱ء) نے، جن کا تعلق علمائے بریلی کے خاندان سے تھا اور جو خود بھی جید عالم دین تھے، نعتیہ غزلیات کے علاوہ نعتیہ مثنویات، قصائد اور سلام تحریر کئے اور بلاغت کا بھی سہارا لیا۔ جس پر وہ مکلف تھے کیونکہ وہ الفاظ اور مضامین کے انتخاب میں ایک عالم دین کی حیثیت میں مستند تھے ۔ بعض وہ شعراء جو صاحب حال بھی تھے انھوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں باطنی تجربات کا عکس ڈالا اور رمزیت کا احساس پیدا کیا۔ اس طرز کے شعراء میں نواب حیدر حسین خاں حیدر بریلوی سر فہرست ہیں اس وقت اور بعد کو بھی جس طرز کی نعت نے فروغ پایا وہ سلیس، شیریں، فصیح اور جوش محبت سے لبریز نعت تھی جس میں بے ساختہ پن تھا۔ اور جس میں غزل کے نظام کی خصوصیات بھی تھیں۔ ایسی نعت گوئی کا آغاز مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (المتوفی ۱۹۰۸ء) نے کیا۔ وہ داغ کے شاگرد اور اپنے برادر گرامی مولوی احمد رضا خاں رضا بریلوی کے تربیت یافتہ تھے ۔ ان کی نعت فصیح البیانی اور جذبات نگاری کے باوصف حدودِ شرع میں رہی جو نعتیہ شاعری کا اعجاز ہے ۔ ان دونوں برادران نے نعتیہ شاعری کو وہ فروغ بخشا کہ اس کی صدائے بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے ۔ انیسویں صدی عیسوی میں ہی بریلی میں نعتیہ مشاعروں کے انعقاد کا آغاز ہوا اور نعتیہ گلدستے شائع ہوئے اور مجموعی طور پر نعتیہ شاعری کی ایسی ترغیب و تحریک پیدا ہوئی کہ وہ آج بھی جاری ہے ۔ بیسویں صدی عیسوی میں بریلی کے بیشتر نعت گویان مولانا حسن بریلوی کے طرز کے مقلد تھے جس کا سبب یہ بھی تھا کہ ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بریلی کا عام ماحول شاعری داغ کی فصاحت سے متاثر تھا۔ ان کے علاوہ بعض نعت گویان انیسویں صدی عیسوی کے باقیات الصالحات

میں تھے۔ جو زود گو، تخیل پسند اور الفاظ و تراکیب کے دلدادہ تھے۔ ان کی تعداد
قلیل تھی اور وہ مولانا حسن بریلوی اور ان کے ارشد تلامذہ کے جذب و عذب کے
مقابلے میں پھیکے پڑ گئے۔ البتہ مفتی عماد الحسن محو بریلوی (المتوفیٰ ۱۹۲۵ء) پسر
مفتی سلطان حسن خاں حسن بریلوی (المتوفیٰ ۱۸۷۲ء) تلمیذ غالب کی بزم ادب
کے شرکا، اور خود ان کے خاندان کے شعرا، غالب و شیفتہ کا طرزِ شاعری پسند
کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی نعتیہ شاعری میں وقت کے ساتھ جذبات
و عقیدت کی گرمی ملتی ہے اور یہ طرزِ نعت گوئی مفتیانِ بریلی کا طرۂ خاص ہے
جس کا آخری نمونہ مفتی صابر حسن بیخود اعشانی بریلوی (المتوفیٰ ۱۹۷۶ء) کے کلام
میں ملتا ہے۔ تقسیم وطن (۱۹۴۷ء) کے بعد پھر ہجرت شعرا، کا سلسلہ شروع ہوا۔
مہاجرت شعرا، کے ساتھ قدیم کتب خانے تباہ ہو گئے اور مجموعی طور پر بریلی کی
ادبی سرگرمیوں کو دھکا لگا۔ نئے حالات کی نئی جدلیات تھیں جس کو بریلی کے
شعرا، نے قبول کیا اور وقتی تعطل کے بعد کاروانِ نعت گوئی راہ ترقی پر گامزن
ہو گیا۔ سیرت النبی اور اعراس کے موقعوں پر نعتیہ مشاعروں کا انعقاد حسب
روایت سابقہ ہوتا ہے۔ بعض شعرائے حال نے نعتیہ شاعری پر مشتمل دواوین بھی
مرتب کیے ہیں جو منتظرِ اشاعت ہیں۔ بعض نعت گویان نے جدید حالات میں
قدرے تخلیقی انفرادیت بھی حاصل کی ہے اور ان کے کلام نعت کو شہرت بھی
ملی ہے ان میں مولوی مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی (المتوفیٰ ۱۹۸۲ء) کی نعتیہ
غزل میں شگفتگی اور غنائیت کا عنصر اتنا زیادہ ہے کہ وہ اپنے تمام ہمعصر نعت
گویان میں منفرد معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی تحسین رضا خاں تحسین بریلوی کی
نعت میں ان کی علمی سنجیدگی اور طبیعت کے سلجھے پن کا عکس ہے۔ ان
کی نعت ایک محدث اور ایک منطقی کے فضل و کمال کا اظہار ہے محمد امین
بدر بریلوی جدید لب و لہجے کے شاعر ہیں جس کا تجربہ نعت میں سر دست

ممکن نہیں ہے پھر بھی ان کی نعتیہ شاعری میں نیا پن کا احساس ملتا ہے بریلی
کے موجودہ ماحول نعت گوئی کو دیکھ کر اس کے مستقبل کی طرف سے فکر لاحق
نہیں ہوتی۔ اب میں اس تذکرے کے اہم ماخذوں کے متعلق بتانا ضروری
سمجھتا ہوں کیونکہ ان رجال و کتب کے بغیر یہ تذکرہ منزل ترتیب تک کبھی نہیں
پہنچتا۔

گلدستہ نعت آئینۂ مغفرت

اس کو سید حسین شاہ شمیم بریلوی نے
مرتب کیا۔ اس کی دو بار اشاعت ہوئی
پہلی بار محمد گیان تاجر کتب بریلی نے ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء میں شائع کیا۔
دوسری اشاعت ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں مطبع گلشن فیض لکھنؤ سے ہوئی۔
دونوں اشاعتیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ اس گلدستے میں اکتالیس نعت
گویان بریلی کا کلام شائع ہوا۔ آئینۂ مغفرت کے دفتر دوم کا نام "جام کوثر"
ہے جس میں شعرائے بیرونجات کی نعتیں طبع ہوئیں۔ انیسویں صدی عیسوی
کے نعت گویان بریلی تک ہماری رسائی اس گلدستے کے ذریعہ ہوئی۔

گلدستہ مشاعرہ بریلی

قاضی محمد خلیل حیراں بریلوی (المتوفیٰ ۱۹۳۹ء)
بن قاضی عبد الجلیل جنون بریلوی (المتوفیٰ
۱۹۰۰ء) تلمیذ غالب ایک سخن سنج و سخن پرور رئیس تھے۔ انھوں نے اپنے
مکان واقع محلہ قاضی بریلی ایک طرحی مشاعرہ ۵ اور ۶ نومبر ۱۹۱۱ء کو کرایا
جس میں مقامی اساتذہ کے علاوہ اساتذہ بیرونجات نے بھی شرکت کی اس
تاریخی مشاعرے میں جتنا بھی کلام پڑھا گیا وہ منشی پیارے لال رونق دہلوی
نے اپنے ماہنامے کمال دہلی کی جنوری ۱۹۱۲ء سے اپریل ۱۹۱۲ء تک کی
اشاعتوں میں پیش کیا۔ میرے پاس یہ شمارے محفوظ ہیں۔ میں نے بیسویں
صدی عیسوی کے ابتدائی زمانے کی نعتیں مذکورہ شماروں سے حاصل کیں۔

ارمغان قیصر بریلی

یہ گلدستہ نعت ہے جو "بزم قیصر" شہرِ کہنہ بریلی کی جانب سے اپریل ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اسی گلدستے میں ان نعت گویانِ بریلی کا کلام شائع ہوا جو جناب مرزا رستم یار بیگ قیصر بریلوی (المتوفی ۱۹۲۶ء) کی "بزم قیصر" سے وابستہ تھے۔ یہ گلدستہ لیاقت حسین لائق بریلوی (المتوفی ۱۹۷۸ء) کے پاس محفوظ تھا جس سے میں نے استفادہ کیا۔ اس گلدستہ نعت کے ذریعہ میری رسائی بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور کے مزید نعت گویان تک ہوئی۔

گلدستہ نعت مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی

یہ مشاعرہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء کو حاجی ولی اللہ شیشہ والا کے مکان متصل حکیم وزیر علی محلہ خواجہ قطب بریلی میں ہوا۔ مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی کی جانب سے ہوا تھا۔ مشاعرے کی نظامت مشتاق حسین راقم بریلوی (المتوفی ۱۹۵۴ء) نے کی تھی۔ مشاعرہ بہت کامیاب ہوا اور کلامِ مشاعرہ ایک گلدستے کی شکل میں طبع ہوا جس کا ناقص الاول نسخہ میرے پاس محفوظ ہے۔ اس گلدستے کے ذریعہ میری رسائی ان نعت گویانِ بریلی تک ہوئی جن کو میں نے دیکھا تھا اور جو اُدھیڑ یا بوڑھے ہو چکے تھے یا جن کی شاعری کا آغاز تھا اور وہ میرے زمانے میں ہی معروف ہوئے۔

اس طرح آئینۂ مغفرت (۱۸۸۸ء) سے گلدستہ نعت سیرت کمیٹی (۱۹۴۳ء) تک کافی کلامِ نعت فراہم ہو گیا اور اس کے ارتقائی مطالعے کا موقع بھی مل گیا۔ ان گلدستوں کی فراہمی آسان بات نہیں تھی مگر جستجوئے مسلسل اور احباب کی مدد نے دستگیری کی۔ میں اس سلسلے میں جناب شیخ وحید احمد مسعود بدایونی مرحوم اور جناب انور بیگ انور چغتائی بریلوی کا بے حد ممنون ہوں۔ ان دونوں نے خام مواد کی فراہمی میں میری اس طرح مدد کی گویا وہ خود

تذکرہ نویس ہوں۔

پرانے گلدستوں میں شاعر کا نام، تخلص، تلمذ اور کبھی کبھی کوئی توصیفی عبارت تو عنوانِ کلام میں مل جاتی ہے مگر دیگر حالات بدست نہیں ہوتے۔ تقسیمِ وطن کے بعد شعراء کے حالات کا جمع کرنا اور بھی مشکل ہو گیا کیونکہ ترکِ وطن کی وجہ سے شعراء یا ان کے افرادِ خاندان میری دسترس کے باہر ہو گئے۔ اس پریشانی کے وقت دو سن رسیدہ سخن فہم و سخن نواز افراد نے میری خصوصی مدد کی جو میرا معتبر ماخذ ہیں اور جن کا تعارف مندرجہ ذیل ہے:

جناب علی حسین ضمیر بریلوی

آپ کا شمار اساتذہ بریلی میں کیا جاتا تھا۔ سیماب اکبرآبادی کے شاگرد تھے۔ پڑھنے کا انداز پُرسوز تھا۔ مشاعرے پر چھا جاتے تھے۔ حافظہ بہت اچھا تھا یادداشت کافی تیز تھی۔ ہزاروں اشعار نوکِ زبان پر تھے سیکڑوں واقعات جزئیاتی تفصیل کے ساتھ یاد تھے میرے ہم محلہ اور کرم فرما تھے مجھے ان سے بہت معلومات بدست ہوئیں جو بعد کو تحقیقی کڑیاں ملانے کے بعد زیادہ تر صحیح ثابت ہوئیں۔ اٹھتر سال کی عمر میں ۱۹۷۶ء کو فوت ہو گئے۔

جناب چودھری اشتیاق احمد بریلوی

شمسی برادری بریلی کے چودھری، سوشل ریفارمر اور میونسپل کمشنر تھے۔ پرانے دور کے تعلیم یافتہ، مہذب، باوضع اور ادب نواز انسان تھے۔ میرے نانا سید اسحٰق علی صاحب (المتوفی ۱۹۳۶ء) کے دوستوں میں تھے اور اسی نسبت کی وجہ سے مجھ پر شفقت فرماتے تھے۔ بریلی کی ادبی سرگرمیوں کے پارکھ تھے اور اشعار و واقعات نہایت صحت کے ساتھ سناتے تھے۔ کبھی کبھی اہم کتب بھی دے جاتے تھے۔ میں نے آپ کی پیش کردہ معلومات سے بہت استفادہ کیا۔ میری تحریر کو تنقیدی

نظر سے دیکھ کر اظہار رائے بھی کرتے تھے آپ نے ستاسی برس کی عمر پائی اور سنہ ۱۹۷۱ء میں فوت ہوئے۔

مقدمہ:

یہ تھے وہ ثقہ ذرائع جو حصول معلومات کی بنیاد بنے ہیں تفصیل اور مزید براں وہ حوالے جو جگہ بہ جگہ قارئین ملاحظہ فرمائیں گے ان حوالوں کی غرض و غایت بس یہ ہے کہ ان کے پیش نظر بیرون اس کوشش کے متعلق جو زیر نظر تالیف کی شکل میں پیوست ہے قارئین ایک اندازہ قائم کر سکیں کہ یہ صحت و ثقاہت کی کس منزل میں ہے۔

سید لطیف حسین ادیب

آزاد، نام شیخ امیر الدین شاگرد میر غلام علی عشرت بریلوی (م ۱۸۲۱ء) ساکن محلہ ذخیرہ بریلی۔ سادات امروہہ کے معروف شعرا مثلاً مولوی قاسم علی خواہاں بریلی اور مولوی عبدالوحید واعظ بریلوی ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل تھے فارسی زبان و ادب کے جید عالم تھے انھوں نے بریلی کے مشہور قصیدہ نگار غزل گو اور نعتیہ شاعر نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی (م ۱۸۹۲ء) کو فارسی پڑھائی تھی۔ وہ نواب عطا حسین خاں عطا بن نواب عظمت علی بے خبر کمبوہ رئیس بریلی کے خوان کرم کے زلہ ربا تھے۔ یہ وہی عطا حسین خاں عطا ہیں جن کے یہاں کرامت علی خاں شہیدی نے قیام کیا اور جن کی مدح میں ایک مثنوی لکھ کر شامل کلیات کی۔ امیر الدین آزاد اپنے خلف یار علی استاد کے ہمراہ فرخ آباد بھی گئے اور وہاں نواب عظمت علی بے خبر کی سرپرستی میں قیام کیا۔ امیر الدین آزاد کو ناصر نگینوی اور کریم الدین نے اپنے تذکرات میں شامل کیا ہے۔ ناصر نگینوی نے آزاد کو "شاعر خوش اعتقاد" تحریر کیا ہے آزاد کی جن تصنیفات کا علم ہو چکا ہے ان کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مثنوی عشق صادق۔ مطبوعہ نظامی پریس کانپور۔ ۱۳۰۱ ہجری مطابق ۱۸۸۳ء/ ۱۸۸۴ء۔

واسوخت آزاد۔ مشمولہ مجموعہ واسوخت مرتبہ منشی فدا علی۔ ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۱۸۶۸/۱۸۶۹ء۔

مرثیہ رحیم بخش (قلمی) مملوکہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔

بیاض قلمی مشتمل بر کلام فارسی و اردو۔ مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ ۱۸۲۹ء۔

دواوین قلمی چار جلد مملوکہ سید تعظیم علی نقوی کراچی۔

امیر الدین آزاد نے بریلی میں لکھنوی طرز شاعری کو فروغ بخشا۔ وہ بریلی میں

اردو شاعری کے "باوا آدم" کہلاتے ہیں ان کی وفات ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء/۱۸۶۸ء کو ہوئی۔ نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی نے "بہشت بریں کا ہے آزاد مرد" ۱۲۸۴ھ سے تاریخ وفات برآمد کی۔

نعت

بجائے کعبہ ہے محراب ابروئے محمد کا
ہوا واجب طواف اس کو سرکوئے محمد کا

ہلال عید ایک پرتو ہے ابروئے محمد کا
بھرا ہے نور مہر و مہ میں ابروئے محمد کا

اٹھایا دوش پر بار گناہِ امتِ عاصی
ہے زورِ دستِ قدرت زورِ بازوئے محمد کا

اگر ہے کان کن گیسو تو نوں ہے حلقۂ گیسو
سرِ مو وصف ہو سکتا نہیں موئے محمد کا

کیا وردِ درود اس واسطے سکانِ جنت نے
بسا ہے جنت الفردوس خوشبوئے محمد کا

ثنا میں ہے تو آخر کاتبِ اعمالِ نیک و بد
لکھے گا نام نیکوں میں ثنا گوئے محمد کا

مجال انساں کی کیا ہے کہ ہو مداح حضرت کا
کلام اللہ جب ناطق ہوا خوئے محمد کا

ورق پتوں کے ہیں موجود اور جائے قلم شاخیں
لکھے گا وصف طوبیٰ سرو دل جوئے محمد کا

خطا ہے گر کہوں مشک ختن کو میں کہ اصلی ہے
غبار اس میں ہوا آمیز گیسوئے محمد کا

ستونِ نرم دل رویا بہت دردِ جدائی سے
ہوا اعجاز ظاہر پشت و پہلوئے محمد کا

پہنچ آزاد مردانہ بقول حضرت کافیؔ[1]
لقب ہے جنت الماویٰ سرکوئے محمد کا

— ○ —

۱؎ مولٰنا کفایت علی کافیؔ مراد آبادی شہید جنگ آزادی ۱۸۵۸ء شمالی ہند کے بڑے نعت گو اور عالم دین۔

ماخذ:

طبقات الشعرائے ہند (قلمی) کریم الدین۔ رضا لائبریری رامپور۔
تذکرہ خوش معرکۂ زیبا۔ ناصر لکھنوی۔ مرتبہ مشفق خواجہ۔ ۱۹۷۰ء۔
تاریخ فرخ آباد (قلمی) ولی اللہ۔ رضا لائبریری رامپور۔
حیات حافظ رحمت خاں۔ الطاف علی بریلوی۔ نظامی پریس بدایوں ۱۹۳۳ء
آئینہ مغفرت۔ ۱۸۹۸ء مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔
بیاض قلمی مشتمل بر کلام امیر الدین آزاد۔ ۱۸۲۹ء۔ مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب
میر غلام علی عشرت بریلوی۔ ڈاکٹر احمد سجاد۔ رانچی۔ ۱۹۷۸ء۔
مقالہ امیر الدین آزاد اور ان کا کلام۔ لطیف حسین ادیب۔ معارف اعظم گڑھ۔ نومبر ۱۹۶۷ء۔

احسنؔ نام سید احسان علی۔

تلمیذ مرزا عباس بیگ عباسؔ و نادرؔ بریلوی (متوفی ۱۸۸۵ء)
حالات زندگی پردہ خفا میں ہیں۔ محلہ ذخیرہ میں رہتے تھے۔ اپنے زمانے کے مشہور نعت گو تھے "عالم شعر وسخن" اور نکتہ شناس" کہلاتے تھے انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر کا زمانہ پایا۔
مشہور نعت گو لطفؔ علی خاں بریلوی اور سید مہربان علی فرحاںؔ بریلوی ان کے شاگرد تھے۔

نعت

بیت ابرو کی صفت رو برو ہر آن رہے
مطلع نام محمد سر دیوان رہے
جب تلک سانس رہے سینہ میں اور جان رہے
نام احمد پہ دل و جان سے قربان رہے
ہاتھ پہنچا نہیں ہائے ترے دامن تک
حلقہ زن ہم تو سدا شکل گریباں رہے
صورت پاک کا جائے نہ تصور دل سے
درمیاں کعبہ کے موجود یہ قرآن رہے
جان جب نکلے ترا نام زباں پر ہو مرے
التجا یہ ہے کہ قائم مرا ایمان رہے
آہ کے ساتھ پڑھے کلمہ طیبہ ہر دم
دل سے لازم ہے کہ انسان مسلمان رہے

از ازل تا بہ ابد ہے یہ دعا احسنؔ کی
بادشاہی تری اے دین کے سلطان رہے

○

حوالہ:
(آئینۂ مغفرت (۱۸۹۸ء) - ص۱)

احسانؔ نام محمد احسان۔
بھتیجے نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء)۔
مرید حاجی محمد شیر میاںؒ قادری نقشبندی معروف بہ شاہ جی میاں پیلی بھیتی (متوفی ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱/۱۹۰۲ء)۔
مرید عبادت پردۂ خفا میں ہیں۔
نعت گوئی میں شہرت پائی۔ اپنے پیش روں کی طرح تخیل طراز اور مضمون آفریں معلوم ہوتے ہیں۔

نعت

جو نبی راہ ہدایت ہم کو دکھلاتے نہیں
ہم کسی صورت سے راہ راست پر آتے نہیں
آتے تھے ذرات جو زیر کف پائے نبی
کب بھلا وہ غیرت خورشید بن جاتے نہیں
ہم ہوائے شوق سے جاتے ہیں اڑ کر اس جگہ
واں سر سدرہ بھی جس جا پر کہیں جاتے نہیں

ہم کو ہر آفت سے ہو کیا فکر نہ وہ حصنِ حصین
اس طیبہ کے سوا ہم اور جا پاتے نہیں
لامکاں پر حق کے بلوائے ہوئے جاتے تھے شاہ
کس طرح عرشِ معلیٰ سے گزر جاتے نہیں
اک ذرا ادنیٰ توجہ میں محمد شیر پھر
کون سا طالب ہے حق تک جس کو پہنچاتے نہیں
سنبلِ گیسوئے شہ سے کب خجل ریحاں نہیں
کب رخِ انور سے ماہ و مہر شرماتے نہیں

ه

۱۔ حاجی محمد شیر میاں المعروف بہ شاہ جی میاں پیلی بھیتی قادری نقشبندی المتوفی ۱۹۰۲ء)

ماخذ:
آئینۂ مغفرت۔ ص ۱۲

آتشؔ
نام حضور احمد خاں۔
اجداد میں ایک بزرگ جناب نجابت خاں بزمانۂ شاہجہاں۔
(۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء) بریلی تشریف لائے۔ والد کا نام جعفر خاں تھا۔
محلہ ذخیرہ بریلی میں تکیہ جعفر خاں ان کے نام سے موسوم ہے کاروبار کلکتہ میں تھا کچھ وقت وہاں بھی گزرا۔
بعدہٗ مدرسہ مصباح العلوم بریلی میں مدرسی اختیار کی۔ تاحیات وہ اس پیشہ سے منسلک رہے۔
ابتداء میں نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء) کے شاگرد ہوئے۔ بعد کو امیرؔ مینائی (متوفی ۱۹۰۰ء) کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے
ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ نعت سے زیادہ دلچسپی تھی۔
پختہ کار، نکتہ داں، نکتہ سنج تھے۔ نعتیہ کلام "منظورِ حق" (۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶/۱۸۸۷ء) مطبع نظامی کانپور میں ۱۸۸۹ء کو چھپا تھا۔
اس میں نعتیہ قصائد، خمسہ جات، مسدس، ترجیع بند وغیرہ ہیں طویل عمر پائی۔ ۱۹۴۵ء میں فوت ہوئے۔
شہر بریلی کے برگزیدہ شعرا میں شمار کیے جاتے تھے۔

نعت

شرمندہ نقشِ پا نے کیا ماہتاب کو
بے نور روئے شہ نے کیا آفتاب کو
شیدائے مصطفیٰ ہوں مرا شغل نعت ہے
کچھ جانتا نہیں ہیں عذاب و ثواب کو
دنیا سے تنگ آکے دعا مانگتا ہوں یہ
اب دیکھوں خواب ہی میں شہِ چشم پرآب کو
اس مے کا بعدِ مرگ بھی باقی رہے خمار
زاہد سے بھی کہو کہ پیے اس شراب کو
لوٹے مزے وہ خلد میں جا کر نہ کس طرح
عشقِ نبی میں کھو کے جو پی شراب کو
اللہ رے شان شاہ کہ جائیں خدا کے پاس
تاب آگے بڑھنے کی نہ رہے ہم رکاب کو

تا مرگ جسم اس کا معطر ہو جو ملے
نسبت نہیں پسینے سے کچھ بھی گلاب کو

ہو جائے پانی ہو کے یقیں ہے دو کان سے
پارہ کبھی جو دیکھ لے جو مرے اضطراب کو

عاشق رسولِ حق کے نکیرین ہم تو ہیں
کچھ بھی نہیں سمجھتے سوال و جواب کو

اشفاق کی آرزو ہے یہ اے رشکِ ماہ و مہر
دکھلا دے کبھی تو رخِ بے نقاب کو

ماخذ:
منظورِ حق ملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب
حالات جو اہلِ خاندان بتاتے ہیں۔
خمخانۂ جاوید۔ جلد ۱۔ ص ۱۰۱

اشفاق: نام محمد اشفاق علی۔
صاحب علم و فضل، طبیب اور باعتبار پیشہ وکیل عدالت بریلی۔
شاگرد نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی (متوفی ۱۹۰۲ء)
نعت گوئی میں شہرت پائی۔
ہمارے بزرگ ان کا ذکر احترام و عقیدت سے کرتے تھے۔

نعت

لکھوں کس طرح نعتِ مصطفےٰ کیا میرا رتبہ ہے
خدا قرآن میں تعریف ان کی آپ کرتا ہے

مزارِ احمدِ مرسل پہ پہنچوں وہ بھی دن آئے
یہی ہے آرزو دل کی یہی میری تمنا ہے

شبیہِ پاک احمد سامنے ہو جان جب نکلے
الٰہی میری آنکھوں کی یہی تجھ سے تمنا ہے

زباں پہ نزع میں کلمہ ہو دل میں یادِ احمد ہو
اسی پر خاتمہ میرا ہو یارب یہ تمنا ہے

برے اعمال ہیں اشفاق کے کچھ شک نہیں اس میں
شفیع للمذنبیں ہے ذاتِ حضرت یہ سہارا ہے

ماخذ:
گلدستۂ کمال دہلی۔ جنوری ۱۹۱۲ء
آئینۂ مغفرت۔ ص ۲۲

احمد: نام احمد یار بیگ۔
عرفیت حکیم مسیت، ساکن قصائی ٹولہ شہر کہنہ بریلی۔
پسر مرزا رستم یار بیگ قیصر بریلوی (متوفی ۱۹۲۷ء)

علم وفضل سے آراستہ، طبیب حاذق، فنِ شعر پر حاوی، بے حد زود گو
درجنوں شعرا نے اکتسابِ فیض کیا۔ محفل جمی ہوئی ہے اور وہ شعر کہہ رہے ہیں
قصے کی نئے منہ میں ہے۔ تلامذہ و متوسلین شعر لکھ رہے ہیں محفل تمام ہوئی۔
اپنے سب شعر بانٹ دیے گئے۔ خود ان کے حصے میں بھرتی کے شعر آئے!
ایسے میں کلام کیا محفوظ رہتا۔ جو بیاضیں بچ رہی تھیں وہ بھی تلف
ہوگئیں۔ غنیمت ہے گلدستوں میں کلام چھپواتے رہتے تھے جن سے کلام
شعر بدست ہوا۔

طبیعت جدت پسند تھی۔ جدت کو بہ پرواز علم و فضل نے عطا کیے
تھے۔ بہتر اشعار تو شاگرد و متوسلین لے گئے۔ جو اشعار ان کے حصے میں آئے
ان کے نوک پلک درست کرنے کا کبھی موقع نہ ملا۔ مزاج درویشانہ تھا
شعر کہتے مگر اس کے ربط سے آزاد رہے کلام شعر جمع نہیں کیا۔ اب نہ وہ
ہیں، نہ ان کی محفل، نہ ان کے شاگرد و متوسلین زندہ ہیں اور نہ ان کا کلام
شعر دستیاب ہے۔ رہے نام اللہ کا۔ میں نے معتبر شعرا کی زبانی ان کے واقعات
سنے تھے وہ سب بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ میں نے ان کا کلام گلدستہ کمال
لکھنؤ، نہال سخن بریلی، شکوہ یار بجنور وغیرہ سے جمع کیا تھا۔ جو میرے پاس
محفوظ ہے۔

ان کی وفات بعمر ۷۰ سال ۱۹۴۲ء میں ہوئی۔

نعت

بیکس کے مددگار خدا ہیں فقط کے
ہمدرد کے درماں مشکل تفسیر کے

ہم ان کے طلب گار ہیں یا ان کی رضا کے
اللہ کے محمد کے محمد کے خدا کے
دیکھو تو مراتب شہِ لولاک لما کے
کلمہ میں اطاعت میں ہیں ہمراہ خدا کے
مولا وہ اسی وجہ سے کونین کے ٹھہرے
ہر امر کے والی ہیں وہ ہی بعد خدا کے
بخشش کی یہ حالت کہ سراپا ہوئے بخشش
یہ جود کی صورت کہ شہنشاہ عطا کے
وہ دستِ مبارک جنھیں کہتے ہیں ید اللہ
چشمے بھی رواں ہوئے دریائے عطا کے
استاد ہر استاد کے وہ معلم خدا ہیں
ہادی وہی رہبر وہی ہر راہنما کے
اسرار خدا کے ہیں وہی جاننے والے
کیا سمجھے کوئی ان کو بجز ذاتِ خدا کے
ہر قسم کا ہے قربِ الٰہی انھیں حاصل
معنی یہی ہوتے ہیں فقط لفظِ دنا کے
جو دید شہنشاہِ دو عالم کے ہیں خواہاں
طالب وہی خوش بخت ہیں دیدارِ خدا کے
احمد ایمان کی ہوتی ہے رفاقت
اللہ رکھے ساتھ ہی ان کے رفقا کے

—o—

امینؔ: نام محمد امیر الدین۔
خاندانی حالات پردۂ خفا میں ہیں۔
سید مہربان علی فرحانؔ بریلوی تلمیذ خواجہ آتشؔ لکھنوی (متوفی ۱۸۴۶ء) کے شاگرد تھے۔

نعت

پر کس گل کی سب کو چمن میں خوشی ہے
کہ ہیں بلبلیں خوش کھِلی ہر کلی ہے
خبر جس کی آمد کی عیسیٰ نے دی ہے
یہی وہ محمدؐ نبی ہاشمی ہے
نہیں اور کچھ ذکر وقتِ ولادت
زباں پر مگر امتی امتی ہے
درودیں ہزاروں ملک کے ہیں لب پر
عجب شادمانی کی نوبت بجی ہے
جو نکلے نبی تو صدا ہر طرف تھی
جو ان پر فدا ہے وہی جنتی ہے
خبر کس کے آنے کی ہے سوئے جنت
کہ حوروں میں اب دھوم شادی رچی ہے
امینؔ تو نہ کر فکر روزِ جزا کی
شفیع الوریٰ حامی تیرا نبی ہے

مآخذ: آئینۂ مغفرت۔ ص ۴۴

ایوبؔ: نام سید ایوب علی۔
والد کا نام میر شجاعت علی المتخلص بہ خنداںؔ۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی میں ہیڈ فارسی تھے۔ پرگو شاعر تھے۔ ساکن محلہ بہاری پور کنگراں بریلی۔ سید فضل غوث ساقیؔ، حکیم عبدالصمد سرشارؔ اور حکیم عزیز غوث آپ کے ہم درس و یار رہے تھے۔ مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) آپ کے ہم محلہ تھے۔ آپ رضوی کتب خانہ کے مہتمم تھے یہی بسر اوقات کا ذریعہ تھا۔ رضوی کتب خانہ رضوی منزل میں تھا جو ڈھال بہاری پور کے متصل ہے۔
آپ مکتبہ اہلِ سنت و الجماعت بریلی کی مطبوعہ کتب کی تجارت کے سلسلے میں لاہور بھی گئے اور وہاں قیام فرمایا۔
آپ سلسلۂ طریقت میں جناب مولوی احمد رضا خاںؒ (متوفی ۱۹۲۱ء) سے بیعت ہوئے ان کو اپنے پیرِ طریقت سے عشق تھا اور ان کے مسلک کے پرجوش حامی تھے۔
آپ بے حد متقی و متورع تھے۔ بار بار حج بیت اللہ شریف کیا۔ صابر و شاکر، متوکل اور خلوت پسند تھے غربا و مساکین سے محبت کرتے تھے۔ تقسیمِ وطن کے بعد لاہور چلے گئے۔ لاہور میں ۱۴ر رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ ۱۱ر نومبر ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔ ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے آپ کی یادگار ہیں صاحبزادے کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی صاحبزادی محترمہ شمیم فاطمہ وومنس کالج لاہور میں عربی و اسلامیات کی پروفیسر ہیں۔
آپ نے اپنے پیر کے اتباع میں صرف کلامِ نعت سے شغف رکھا اپنے کلام پر اپنے پیر سے ہی اصلاح لی۔ شخصی کردار اور صحبتِ صالح نے آپ کے کلامِ نعت کو جلا بخشی۔ آپ کی نعت میں سرشاری و شیفتگی ملتی ہے جو بڑے

نعت گویان کے کلام کا امتیازِ خاص ہے۔

نعت

طرفہ گلشنِ عالم کی ہوا کھائی ہے
اب تو صحرائے مدینہ کی فضا بھائی ہے
کس نے اس بعثتِ یکتا کو جتایا احسان
اس نے پایا اس نے جسے دعویٔ یکتائی ہے
واں اگر حضرتِ یوسف نے صباحت پائی
یاں ملاحت میں فزوں جلوۂ زیبائی ہے
جب شفاعت کا شہا آپ کے سر ہے سہرا
پھر تو ہم جیسے گنہگاروں کی بن آئی ہے
نیّرِ چرخِ رسالت کے اُجالے آجا
ظلمتِ کفر کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے
دل گنہگاروں پہ ملا کا حق ہیں اعدائے لعین
اے مسیح جبرئیل آیئے تنہائی ہے
ایک ہم ہیں کہ زیارت کو ترستے ہیں حضور
ایک وہ ہیں کہ شب و روز جبیں سائی ہے
تیرے صانع کو دکھاتی ہے تری شانِ رفیع
بخدا اس لئے یہ انجمن آرائی ہے
تشنہ کامانِ زیارت پہ کرم ہو ساقی
دور افتادوں میں الوبِ تنہائی ہے

—٥—

ماخذ۔

جناب سید ایوب علی رضوی میری والدہ محترمہ کے حقیقی ماموں تھے۔ لہٰذا تذکرہ حالات میری ذاتی واقفیت پر مبنی ہیں۔ نعت گلدستۂ نعت بریلی (۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء) سے اخذ کی گئی ہے۔

اُمیّد: نام عتیق اللہ خاں۔

والد ماجد کا نام حمید اللہ خاں المتخلص بہ حمیدؔ۔ نبیرہ جناب مولوی احمد رضا خاںؒ ساکن چک محمود شہر کہنہ بریلی۔ علوم مشرقیہ سے مزین، انگریزی آشنا اور رکھ رکھاؤ سے واقف قدرے بلند، حسین اور صاف گو۔

شاعری ورثہ میں ملی۔ مرزا احمد یار بیگ احقرؔ کی صحبت فیض اثر سے دو آتشہ بنے۔ تلمذ شفیع الدین خواجہ بریلوی (متوفی ۱۹۴۶ء) کا اختیار کیا بعد کو بریلی کے سن رسیدہ اور معروف استاد علی حسین ظہیرؔ (متوفی ۱۹۶۸ء) کی صحبت اختیار کی۔ بریلی میں ایک نظم نگار کی حیثیت سے معروف تھے۔

ان کی تصانیف کی تفصیل یہ ہے:

سات مجموعے نظمیات کے ۱۔ تسنیم و کوثر ۲۔ رباب و شباب ۳۔ رنگ و آہنگ ۴۔ بربط و طاؤس ۵۔ سوز و اضطراب ۶۔ موج و گرداب ۷۔ چنگ و رباب۔

ایک مجموعہ قطعات یعنی جل ترنگ۔ ایک مجموعہ منظومات متفرقہ موسومہ بہ فکر و نظر۔ ایک دیوان غزلیات موسومہ بہ نغمہ و ساز۔

پانچ ناول ۱۔ ایثار ۲۔ اور تارے ڈوب گئے ۳۔ چراغ جل اٹھے ۴۔ بازاری پھول ۵۔ پیاس یہ تمام سرمایہ غیر مطبوعہ رہا۔ مجلد قلمی نسخے ان کے خاندان میں محفوظ ہیں۔

عمر کے آخری دور میں اہلسنت والجماعت بریلی کے حامی جریدے نوری کرن کے مدیر تھے۔ ان کے اداریوں سے ان کے زورِ قلم کا اندازہ ہوتا ہے۔
میرے کرم فرما تھے میں نے ان کے حالات ذاتی واقفیت پر تحریر کیے ہیں تصنیفات کی فہرست مولوی تحسین رضا خاں پوتے مولوی حسن رضا خاں حسن بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) نے فراہم کی۔ نعت کا انتخاب قبالۂ بخشش سے کیا ہے۔
امید رضوی ۳ر شوال بروز اتوار ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۴ر جنوری ۱۹۶۷ء کو فوت ہوئے۔

نعت

وہ عالم دیکھا ہوگا تو نے کیوں کر دیکھنے والے
کوئی پردے میں تھا جب جلوہ گستر دیکھنے والے
تیری نظروں نے نظارہ کیا ہے عرشِ اعظم کا
سنہری جالیوں کا خاص منظر دیکھنے والے
خدا ہی جانے کیسی دلکشی ہے سبز گنبد میں
اسی کو دیکھے جاتے ہیں برابر دیکھنے والے
زیارت کے ہیں قابل وہ نگاہیں جن نگاہوں سے
نظر آیا تجھے اللہ کا گھر دیکھنے والے
فضائے خلد ہے تیری تری جاگیر ہے جنت
مدینے کی بہشتِ روح پرور دیکھنے والے
مبارک تا ابد تجھ کو کیاری ہشت جنت کی
بہارِ مسجد و محراب و منبر دیکھنے والے

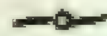
تیری نظروں نے دیکھی ہیں فضائیں رحمتِ ذی کی
تجھے حاصل ہوا ہے قربِ سرور دیکھنے والے
وہ منظر جب سنہری جالیاں تھیں تیرے ہاتھوں میں
بڑا دلکش تھا وہ کیفِ منظر دیکھنے والے
ترے رخ سے جھلکتی ہیں ضیائیں ماہِ طیبہ کی
ہیں تجھ کو دیکھ کر حیران ششدر دیکھنے والے
مبارک دیکھنا تجھ کو حریمِ ساقیٔ کوثر
ترا حصہ ہیں اب تسنیم و کوثر دیکھنے والے
وہ کعبہ اور وہ کعبہ کا کعبہ اے تعالیٰ اللہ
مقام ہوگا وہ کیا اللہ اکبر دیکھنے والے
انھیں قدموں سے چوما ہے دیارِ طیبہ کو
ارے رکھ لے انھیں قدموں کو سر پر دیکھنے والے
ہوئی تھی باریابی جب تجھے دربارِ عالی میں
وہیں پر تھا ہمارا قلبِ مضطر دیکھنے والے
بڑی تقدیر والے ہیں بڑی تقدیر ہے ان کی
قسم اللہ کی کوئے پیمبر دیکھنے والے
نہ دیکھا امید کو میدانِ محشر کی فضاؤں میں
ملے گا وہ قریبِ حوضِ کوثر دیکھنے والے

—o—

بسمل نام شاکر علی، اسم تاریخی غلام بسم اللہ (۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء)
والد کا نام سرفراز علی، قوم کمبوہ، سررشتہ دار کلکٹریٹ۔
پیدائش میرٹھ کی، تعلیم و تربیت مارہرہ میں اور ملازمت و سکونت بریلی میں رہی۔ ناظر عدالت مفتی سلطان حسن خاں احسن۔
(متوفی ۱۸۸۲ء) مفتی صاحب سے ہی عربی پڑھی۔ دونوں ایک ہی تاریخ میں غالب کے شاگرد ہوئے۔
سلسلۂ طریقت میں حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ دو بار حج کیا۔
آپ کا کلام فراہم نہیں ہوتا۔
آپ کی حیات میں ہی بوجہ آتشزدگی آپ کا سرمایہ کتب و کلام ضائع ہو گیا تھا۔
ایک مختصر مجموعہ نعت "نالہ بسمل" کے نام سے چھپا تھا۔
مگر وہ بھی نایاب ہے۔
مفتی سلطان حسن کے نبیرہ مفتی صابر حسن شیوا عثمانی متوفی (۱۹۷۶ء) سے ایک نعت کے تین اشعار فراہم ہوئے جو بطور ہدیۂ تبریک پیش کئے جاتے ہیں۔
بسمل کا انتقال ۱۸۹۹ء میں ہوا۔

نعت

مثال بیدِ مضموں کانپتا ہوں خوفِ عصیاں سے
خیال روزِ محشر سامنا ہے روزِ محشر کا
غلام خاص ہوں روزِ جزا کچھ کو یہ دعویٰ ہے
حلالِ خستہ جاں سے بانٹ لوں حصہ مے کیا
نہ روکے مجھ کو رضواں حکم ہو دربار عالی سے
ثنا خواں ہوں علی و فاطمہ شبیر و شبر کا



مذہ غالب - مالک رام ص ۸۴/۹م
بسمل کے نبیرہ جناب عبدالقادر مرحوم اور مفتیان کے ایک برگزیدہ شاعر جناب شیوا عثمانی مرحوم سے کچھ بعض معلومات دستیاب ہوئیں۔"

بیدل، نام محمد علی۔
پیشہ طبیب۔
شاگرد مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی (متوفی ۱۹۳۸ء)
مزید حالات دستیاب نہیں ہوئے۔

نعت

نعت حضرت روزِ محشر ہم سناتے جائیں گے
اوجِ کر اخلاقِ انس و جاں سے پاتے جائیں گے
روزِ محشر ہو چھل نورِ خدا کا جبرئیل
تاجِ فرقِ شاہِ والا پہ بہاتے جائیں گے
حشر میں جب اُمّتِ احمد کو ہوگی تشنگی
جامِ کوثر ساقیِ کوثر پلاتے جائیں گے
فاطمہ شبیر و شبر اور علی مرتضیٰ
گرمیِ دوزخ سے اُمّت کو بچاتے جائیں گے
حشر کے دن وہ گنہگاروں کے جرم و معصیت
سایۂ دامانِ رحمت میں چھپاتے جائیں گے
واہ رے عزّ و شرف محشر میں جبریلِ امیں
وہ بلا کر اُمّتِ احمد کو لاتے جائیں گے
حشر کے دن وہ گنہگارانِ اُمّت کے گناہ
خالقِ اکبر سے رو رو بخشواتے جائیں گے
سیّدِ خستہ مدینے جانے کی نوبت تو ہو
ضربِ الا اللہ کا ڈنکا لگاتے جائیں گے

—o—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص ۱۹

ابوالحسن، نام سید ابوالحسن۔
شاگرد مرزا رستم یار بیگ قیصر بریلوی (متوفی ۱۹۲۷ء)
حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

نعت

جدا رہنا نہیں مجھ کو گوارا یا رسول اللہ
دکھا دو جلوہ تم اپنا خدارا یا رسول اللہ
نہایت شوق ہے مجھ کو جمالِ روئے انور کا
نہیں ہے کوئی بڑھ کے تم سے پیارا یا رسول اللہ
نکالو پنجۂ غم سے مجھے میں سخت حیراں ہوں
ابھی تو روئے انور کا نظارہ یا رسول اللہ
پہنچ جاؤں مدینے کو تمنا ہے یہی میری
کہیں دریائے غم سے ہو کنارا یا رسول اللہ
نہ ہو تاخیر کچھ مجھ کو مدینے کے پہنچنے میں
اگر ہو آپ کا کچھ بھی اشارہ یا رسول اللہ
تمنا ہے یہی تم سے مری ہر وقت ہر ساعت
پلا دو جام وحدت کا خدارا یا رسول اللہ
کوئی ہے زہد پر کوئی عبادت پر ہوا نازاں
تمہارا مجھ کو کافی ہے سہارا یا رسول اللہ
تمہیں ہو شافعِ محشر تمہیں پر ختم ہے داور
تمہیں حق نے بنایا اپنا پیارا یا رسول اللہ

مدینے میں بلاؤ یا شہنشاہِ جہاں مجھ کو
نہیں ہے اس جگہ میرا گزارا یا رسول اللہ
نکالو بوالحسنؔ کو جلد تر دریائے حرماں سے
کہ اس کو آسرا ہے بس تمہارا یا رسول اللہ

-٥-

ماخذ:
آئینۂ مغفرت۔ ص۲۱

بدرؔ: نام محمد مبین۔
والد کا نام حاجی محمد یٰسین۔ ساکن قدیمی پل قاضی بریلی، ساکن حال محلہ سرائے پختہ گلی میر تجمّل (چھوٹا دروازہ) بریلی۔
پیدائش ۱۹۵۱ء۔ تعلیم منشی تک۔ تجارت پیشہ۔ متواضع و با اخلاق۔ شعر و شاعری سے فطری مناسبت۔ طبیعت مائل بہ جدت نعت گوئی سے ذوق رکھتے ہیں۔ ایک دیوان نعت بھی مرتب کر لیا ہے جو منتظرِ طباعت ہے۔
تلمیذ شفیق احمد عشرت بریلوی میرے کرم فرما ہیں

نعت

دونوں عالم کی متاعِ خسروی اچھی نہیں
ان کے غم کے سامنے کوئی خوشی اچھی نہیں

سوزِ عشقِ مصطفےٰ میں بے خودی اچھی نہیں
آگ ہو دل میں تو آنکھوں میں نمی اچھی نہیں

ہو نہ شامِ منزلِ طیبہ اگر قسمت میں
کتنی ہی روشن ہو صبحِ زندگی اچھی نہیں

دور ہے مجھ سے مدینہ میں مدینے سے بہت دور
لے بنائے زندگی یہ زندگی اچھی نہیں

دونوں رخ ہیں نور ساماں ان کا چہرہ ہو کہ پشت
اب یہ کہہ سکتا ہے کوئی دو رخی اچھی نہیں

ان کی کالی کالی زلفوں کے تصور کے نثار
کون کہتا ہے مری تیرہ شبی اچھی نہیں

ان تبسم ریز ہونٹوں کے مقابل ہو اگر
باغِ امکاں کی کوئی نورس کلی اچھی نہیں

مانگنا ہو بھیک جن کو ان کے در سے مانگ لے
دربدر کی ورنہ دریوزہ گری اچھی نہیں

یادِ محبوبِ خدا ہے اصل میں روحِ حیات
بھولنے والے نہیں یہ خودکشی اچھی نہیں

یہ تو اچھا ہے کہ کٹ جائے متاعِ زندگی
دولتِ عشقِ نبی میں بھی کمی اچھی نہیں

بے خود یادِ شہِ والا جو ہو لقمہ بدرؔ
اس کی بے خودی سے آگہی اچھی نہیں

-٥-

ماخذ: حالات و کلام بدرؔ صاحب ہی نے فراہم کیے۔

تحسینؔ، نام تحسین رضا خاں۔

مولوی حسنین رضا خاں کے پسر اور مولانا حسن رضا خاں حسنؔ کے نبیرہ۔ ساکن محلہ کانکر ٹولہ شہر کہنہ بریلی۔

پیدائش سنہ ۱۹۳۰ء۔ ابتداءً قرآن ناظرہ پڑھا۔ اس کے بعد مکتب میں بٹھائے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر عربی و فارسی کی تحصیل کی۔ امتحانات الہ آباد بورڈ سے پاس کیے۔ درس نظامی کی تکمیل کی اور مدرسہ منظر اسلام میں مدرس ہو گئے بعدہٗ مدرسہ منظر اسلام میں صدر مدرس کا عہدہ سنبھالا۔ آج کل مدرسہ نوریہ۔ باقر گنج بریلی کے صدر مدرس ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں مولوی سردار علی خاں اعلیٰ معقولی ہونے کے ساتھ ہی اچھے سخن شناس بھی تھے۔ آپ نے ابتدائی اشعار نعت اپنے استاد کو سنائے۔ استاد نے اشعار پسند فرمائے اور ہمت بڑھائی۔ بعد کو چند نعتیہ مشاعروں میں شرکت کی جن میں آپ کے کلام نعت کو پسند کیا گیا۔ آپ شعر کہنے لگے اپنے ذوق کو ہی رہنما بنایا اور استادی و شاگردی کے جھگڑے سے آزاد ہو گئے۔

فراوانیِ علم و فضل، کثرتِ مطالعہ، ذوقِ صحیح، گدازِ قلب اور خاندانی روایات شاعری نے آپ کی نعتیہ شاعری کو وقار اور علو بخشا ہے اور یہ وہ وقار ہے جو روش خاص ہے۔

میرے کرم فرما ہیں۔ ایک زمانے سے یاد اللہ ہے۔

نعت

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
در حقیقت تیرے دیوانوں کا جشنِ عام ہے

عظمتِ فرقِ شہِ کونین کیا جانے کوئی
جس نے چومے پائے اقدس عرش اس کا نام ہے

آ رہے ہیں وہ سرِ محشر شفاعت کے لئے
اب مجھے معلوم ہے جو کچھ مرا انجام ہے

تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دن
ہاتھ میں تیرے عنانِ گردشِ ایام ہے

روئے انور کا تصور زلفِ مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے

دل کو یہ کہہ کر رہِ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں
آ گئی منزل تری بس اور دو ایک گام ہے

ساقیِ کوثر کا نامِ پاک ہے وردِ زباں
کون کہتا ہے کہ تحسینؔ آج تشنہ کام ہے

—٥—

جمیلؔ، نام جمیل الرحمٰن خاں۔

والد کا نام عبد الرحمٰن خاں۔ پٹھان قندھاری۔ ساکن محلہ خواجہ قطب بریلی
ابتدائی تعلیم اپنے والد عبد الرحمٰن خاں اور چچا مولوی فدا حسین خاں سے حاصل کی۔ کتب عربی و دینیات مولوی امیر اللہ، مولوی تصدق علی، مولوی جعفر علی، مولوی رحم الٰہی، مولوی مقصود حسین اور مولوی ضیاء الدین پیلی بھیتی سے پڑھیں۔ دسویں درجے تک انگریزی بھی پڑھی۔ مولانا احمد رضا خاںؒ کے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ میں مرید ہو گئے
چراغ مجلس، حیات ذاکر، تکمیل بخشش، علم بخشش، تحقیقات قادریہ،

مخزن البرکات اور قبالۂ بخشش آپ کی تصنیفات ہیں۔ آپ کو شہرت قبالۂ بخشش (۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ - ۱۹۲۲ء) سے ملی جو آپ کے نعتیہ کلام پر مشتمل ہے فنِ شعر میں آپ شاگرد مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی کے تھے آپ کے کلام نعت کی غیر معمولی مقبولیت کے پیشِ نظر آپ کے پیرِ طریقت جناب مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ نے آپ کو رواج الحبیب کی سند عطا کی جو حسبِ وصیت آپ جسد کے ساتھ کفن میں رکھ کر دفن کر دی گئی۔

آپ کا انتقال بعمر ۳۹ سال ۱۹۲۵ء کو ہوا۔

مولانا حسنؔ بریلوی کے تلامذہ میں ان کا کامیاب اتباع جمیل الرحمٰن خاں جمیلؔ نے کیا۔ وہی شیفتگی و سرشاری، وہی فنائیت و خود سپردگی، وہی فصاحت و شیریں بیانی جو مولانا حسنؔ کی خصوصیات نعت ہیں، جمیلؔ کے کلام میں بھی ملتی ہیں۔

نعت

حمد ہے اس ذات کی جس نے مسلماں کر دیا
عشقِ سلطانِ جہاں سینہ میں پنہاں کر دیا
جلوۂ زیبائے آئینہ کو حیراں کر دیا
مہر و ماہ کو ان کے تلووں نے پشیماں کر دیا
اے شہِ لولاک تیری آفرینش کے لیے
حق نے لفظِ کن سے پیدا ساز و ساماں کر دیا
ہو گئی کافور ظلمت دل منوّر ہو گیے
جس طرف بھی اس نے اپنا روئے تاباں کر دیا

نعمتِ کونین دیگران کے دستِ پاک میں
دونوں عالم کو خدا نے ان کا مہماں کر دیا
یاد فرما کر قسیمِ حق نے زمینِ پاک کی
خاکِ نعلِ مصطفیٰ کو تاجِ شاہاں کر دیا
گریہ و زاری نے راتوں کو تری ابرِ کرم
مثلِ گل صبحِ قیامت ہم کو خنداں کر دیا
ہے جمیلؔ قادری پہ فضلِ اللہ و رسول
اس کا مرشد حضرتِ احمد رضا خاںؒ کر دیا

-o-

ماخذ:

قبالۂ بخشش مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیبؔ۔
حالاتِ حیات جناب حمید الرحمٰن خاں (پسر جمیل الرحمٰن خاں) سابق پیش امام جامع مسجد قلعہ بریلی، ساکن حال کراچی نے فراہم کیے۔

حیدرؔ: نام حیدر حسین خاں۔
بن نواب حافظ یار خاں بن نواب ذوالفقار خاں بن نواب حافظ رحمت خاںؒ … دنیاوی جاہ و ثروت سے اجتناب کیا۔ فقر و فاقہ اختیار کیا۔ چالیس سال دہی کا پانی پی کر مجاہدۂ نفس کیا۔ آج بھی "دہی والے میاں" کے نام سے مشہور ہیں۔ بریلی کے ایک قدیم بزرگ حضرت شاہ دانا ولی (متوفی ۱۳۳۰ء) سے روحانی نسبت حاصل تھی جیسا کہ خود بھی فرمایا ؎

خوب ہو حال سے واقف مرے شاہ دانا ... عرضِ حاجت تری سرکار میں نادانی ہے

…ب کا زمانہ انیسویں صدی عیسوی کے نصفِ آخر کو محیط ہے۔ شعر و شاعری …سے دلچسپی رکھتے تھے۔ ایک مولود نامہ تحریر کیا تھا جس کا کوئی نسخہ فراہم نہیں … البتہ ایک نعت "شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے" مختلف …ذرائع سے دستیاب ہو گئی۔ یہ مشہور نعت ہے جس کے دو تین اشعار ضرب المثل … چکے ہیں۔

…لی میں مقبرۂ حافظ رحمت خاں کے جنوبی دروازے کے سامنے آپ کی کچی … مرجعِ خلائق ہے۔

نعت

محمد سرِ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
خدا و مصطفیٰ کی کنہ میں اوراک عاجز ہے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے
محمد فی الحقیقت آفتابِ لایزالی ہے
اسی کے نور کا دونوں جہاں کو پرتو جانے
محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
اسی کو ابتدا سمجھے اسی کو انتہا جانے
وہی ہے ایک دریا اس کی موجیں دونوں عالم ہیں
غریقِ قلزمِ عرفاں ہو تو جب یہ ماجرا جانے

احمدؐ نے صورتِ احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی اس کا مرتبہ جانے
[illegible] اس کی زلف و روئے انور کا سایہ ہے
وہی مفہوم والّیل اور مفادِ والضحیٰ جانے
نہ ہو بے وحدتوں کو بہرہ اس مضمون سے حیدر
مری رمزِ سخن البتہ وحدت آشنا جانے

— o —

اختلافِ متن :

اصل نعت آئینۂ مغفرت سے منقول ہوئی۔ بعد کے اختلافات اس طرح ہیں۔

۱۔ "سرِ وحدت" (فرشوری)
۲۔ "اسی کو ابتدا جانے اسی کو انتہا جانے" (فرشوری)
۳۔ وہی ہے ایک دریا دونوں عالم اس کی لہریں ہیں
فریقِ بحرِ عرفاں ہووے تب یہ ماجرا جانے (فرشوری)
۴و۵۔ دونوں اشعار فرشوری نے نقل نہیں کیے۔
۶۔ "نہ ہو بے وحدتوں کو" (فرشوری)

ماخذ :

حیات حافظ رحمت خاں از الطاف علی بریلوی ص ۲۴۲۔۳۳۳۔ اڈیشن نظامی پریس بدایوں ۱۹۳۳ء۔
قصائدِ عقیدت مرتبہ مقتدیٰ احمد فرشوری (۱۹۹۶ء)
آئینۂ مغفرت (۱۹۹۸ء) ص ۲۶۔۲۸

حسنؔ : نام حسن رضا خاں۔

والد ماجد کا نام مولانا نقی علی خاںؒ بڑے بھائی کا نام مولانا احمد رضا خاںؒ پیدائش ۲۲ ربیع الاوّل ۱۲۷۶ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء۔ تعلیم و تربیت والد ماجد کے زیرِ سایہ ہوئی۔ بڑے بھائی تا حیات قوتِ بازو بنے رہے۔ شعر و شاعری سے فطری مناسبت تھی۔ ہندوستان میں داغؔ کا طوطی بول رہا تھا۔ آپ رامپور تشریف لے گئے۔ اپنے پھوپھا جناب فضل حسن خاں کے مکان واقع راج دوارہ میں قیام فرمایا۔ داغؔ کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہو کر اکتسابِ فیض کیا۔ داغؔ اپنے شاگرد پر بہت مہربان تھے۔ "پیارے شاگرد" کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

آپ نے محلہ کنگران بریلی میں مطبع اہلسنت وجماعت قائم کیا جس میں آپ کے دواوین اور دیگر کتب نثر و نظم طبع ہوئیں۔ ایک گلدستہ مسمّیٰ "بہارِ بے خزاں" اور ایک ہفتہ وار اخبار "روز افزوں" کے نگراں تھے۔ یہ دونوں جرائد آپ کے شاگرد میر محمود علی عاشق و حیدر بریلوی نکالتے تھے۔ آپ کے مطبوعہ دیوان غزل کا نام "ثمرِ فصاحت" اور دیوانِ کلام نعت کا نام "ذوقِ نعت" ہے۔ ان کے علاوہ آٹھ نو رسائل و کتب اردو و فارسی مشتمل بر کلام نثر و نظم مطبوعہ ملتے ہیں۔ ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ مثنوی، مناقب، ذکرِ ولادت و ذکرِ شہادت پر اعلیٰ منظومات تحریر کیں۔

آپ نے کلام نعت میں غزل کا رس بھرا اور فصیح البیانی کے پردوں پر ان کی ذاتی زہد و تقویٰ، علم و فضل اور گداختگیٔ قلب نے کلام کو حلاوت و حرارت عطا کی۔ نعت گوئی میں وہ شہرت پائی کہ باید و شاید۔ آج بھی آپ کے نعتیہ کلام کی مقبولیت میں کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ ایک اندازے کے مطابق "ذوقِ نعت" کے پچیس اڈیشن چھپ چکے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔

نعت

نگاہِ لطف کے اُمّیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دلِ بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دستِ تمنّا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں
اِدھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے
تمھاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں
کھلا دو غنچۂ دل صدقہ بادِ دامن کا
اُمّیدوارِ نسیمِ بہار ہم بھی ہیں
تمھاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ رہگذار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضورؐ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
حسنؔ ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انھیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

— ٥ —

ماخذ:
میں نے مولانا حسنؔ بریلوی کے کلامِ نغز و نعت پر متعدد مضامین لکھے جو آستانہ زکریا ملتان، العلم کراچی اور نیا دور لکھنؤ میں طبع ہوئے۔ ایک مضمون "چند شعرائے بریلی" میں بھی شامل ہے جو اس وقت پیشِ نظر رہا۔ دیکھیے صفحہ ۱۴۱ تا صفحہ ۱۵۶

حامدؔ، نام حامد رضا خاں۔
بن مولوی احمد رضا خاںؒ۔ پیدائش ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/ ماہ اپریل ۱۸۷۵ء تعلیم و تربیت والد اکرم کے زیرِ سایہ ہوئی۔ بعمر ۱۹ سال فارغ التحصیل ہوئے۔ مدرسہ منظرِ اسلام بریلی میں درسِ حدیث دیا اور ۲۳ برس اپنے والد ماجد کے جانشین رہے۔ باوقار، وجیہ اور خوبصورت انسان تھے۔ ہزاروں کے مجمع میں بیٹھے ہوں تو ناواقف بھی انگلی اٹھا کر بتا دے کہ عالمِ دین اور پیرِ طریقت ہیں۔ بلند پایہ خطیب تھے۔ گفتگو کا انداز پُرجوش، دلنشین اور پُر مغز تھا۔

صاحبِ تصنیف تھے مرزا احمد قادیانی کے خیالات کے بطلان میں مسئلہ ختمِ نبوت پر ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ ایک رسالہ مسئلہ اذان پر لکھا۔ یہ دونوں کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ملا جلال پر حاشیہ تحریر کیا جو غیر مطبوعہ ہے مجموعہ فتاویٰ بھی چھپ چکا ہے اپنے والد کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کو گئے تھے (۱۹۰۵ء) وہاں کے علماء کے مکاتیب، اسناد اور ملفوظات وغیرہ کو یکجا کیا۔ یہ کتاب طبع نہیں ہوئی۔
سخن فہم و سخن سنج تھے آپ کا مشہورِ زمانہ مخمس نغمہ توحید ——
دل مرا کد کدائی رہی آرزو ⁂ آنکھیں پھر پھر کے کرتی رہیں جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو تو ⁂ نکلا اقرب ز حبلِ ورید گلو
اللہ اللہ اللہ اللہ
آپ کے شاعرانہ کمال کا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنی تالیف اور تاثیر بریلویان میں لکھا ہے (ص) کہ حامد میاںؒ کا دیوانِ نعت طبع ہو چکا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ مذکورہ دیوان کب اور کہاں چھپا کیونکہ ہم سب ہی ان کے دیوانِ نعت کی طباعت سے ناواقف ہیں۔ نعت کا انتخاب

قبالۂ جنّت حق سے کیا گیا۔

مولانا حامد رضا خاں حامدؔ کا انتقال ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ ہجری / ۵ مئی ۱۹۴۳ عیسوی کو عین حالتِ نماز میں ہوا۔

نعت

گناہ گاروں کا روزِ محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
انھیں کا منہ سب تکیں گے اس دن جو وہ کریں گے وہ کام ہوگا
وہاں سب ان کو دیتے ہوں گے انھیں کا ہر لب پہ نام ہوگا
خدا کی مرضی ہے انکی مرضی ہے انکی مرضی خدا کی مرضی
انھیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انھیں کی مرضی پہ کام ہوگا
انا لہا کہہ کے عاصیوں کو وہ لیں گے آغوشِ مرحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو انھیں ہر اک یوں غلام ہوگا
ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے ادھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان و حوض کوثر یہیں وہ عالی مقام ہوگا
اسی تمنا میں دم پڑا ہے یہی سہارا ہے زندگی کا
بلا لو مجھ کو مدینے سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا
حضورِ روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھ بند لب پر مرے درود و سلام ہوگا

—○—

ماخذ:
فاضل بریلوی ۔

تبالہ جنت میں۔
وہ حالات جو اہلِ خاندان سے دستیاب ہوئے۔

حمید، نام حمید اللہ خاں۔
ساکن چک محمود شہر کہنہ بریلی۔
داماد مولوی حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی۔

ابتدا میں اپنے کلام پر قاضی عبد الحق زبیر بریلوی سے اصلاح وصول کی، بعد کو اپنے خسر جناب مولوی حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے۔ قاضی عبد الحق زبیرؔ قاضی ٹولہ میں رہتے تھے۔ زمینداری موضع قاضیان (تحصیل بہیڑی۔ بریلی) میں تھی۔ اشعار میں تراکیب کے استعمال کو برا جانتے تھے۔ حمیدؔ نے بھی یہ خصوصیت اختیار کی اور تراکیب کا استعمال کم سے کم کیا۔ پرانے گلدستوں میں کلام چھپتا تھا۔ ان کے صاحبزادے امیدؔ رضوی کے بقول ——————— ''

''ان کے دو مبسوط دواوین تھے جو گم ہو گئے۔ ان میں ایک دیوان کلام نعت پر مشتمل تھا تاہم ان کا کچھ متفرق غیر مطبوعہ کلام ان کی صاحبزادی کے پاس محفوظ ہے ۱۹۴۳ء کے ایک گلدستہ میں ان کی نعت چھپی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سن ۱۹۴۳ء تک زندہ تھے۔

نعت

خدا نے کر کے بھیجا احمد مختار دنیا میں
بہاریں لے کر آئے خلد کی سرکار دنیا میں

نکل جائیں کرم سے تیرے دل کے سب ارمان
مجھے بھی ان کا ہو جائے خدا دیدار دنیا میں
گلی میں ان کی دل بھاتے ہزاروں لاکھوں پھرتے ہیں
مدینہ بن گیا ہے مصر کا بازار دنیا میں
مزے جنت کے لوٹوں روضۂ سرکار پہ یا رب
میسر ان کا کر دے سایۂ دیوار دنیا میں
نبی کیسے نبی جو رحمۃ اللعالمین ٹھہرے
نہ آیا کوئی بھی ایسا نبی غم خوار دنیا میں
بچا لینا مجھے ان نجدیوں کے مکر و فطرت سے
پڑے ایمان کے پیچھے ہیں یہ عیار دنیا میں
کوئی سائل گیا خالی نہ ان کے آستانے سے
شہنشاہِ مدینہ کا وہ ہے دربار دنیا میں
حمیدؔ ان کے درِ اقدس سے ملتی ہے مجھے روزی
کہ سب کو صدقہ دیتے ہیں مرے سرکار دنیا میں

—O—

ماخذ:

حالات جو امیدؔ رضوی اور مولوی تحسین رضا خاں سے معلوم ہوئے۔
منتخب نعت مولوی تحسین رضا خاں نے غیر مطبوعہ مجموعہ کلام سے نقل کر کے فراہم کی۔

جوآں: نام قاسم علی۔
والد کا نام سید ولایت علی، خاندان سادات امروہہ نقوی الواسطی، اولاد سید
علی اکبر مکڑ والے جدامجد سید یار محمد قدس اللہ العزیز۔ بریلی میں مکان محلہ
ذخیرہ متصل چاہ خرم گل ملاّنوں والی۔ پیدائش ۱۸۴۸ء۔
پیشہ مدرس۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی میں ہیڈ مولوی تھے۔ ابتداً پیشہ
خوش نویسی اختیار کیا تھا۔
شاعری میں امیر الدین آزاد بریلوی (متوفی ۶۸-۱۸۶۷ء) کے شاگرد تھے
طویل عمر پائی۔ بڑھاپے میں فالج کا حملہ ہوا۔ دس برس صاحب فراش رہے
محرم بروز چہارشنبہ ۱۳۵۷ ہجری مطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ عیسوی کو وفات
پائی۔ "قصر والا شاعری جہاں شد" (۱۳۵۷ھ) مصرعہ تاریخ وفات
ہے جو آپ کے خلف سید معظم علی جوآں نے برآمد کیا۔ بعد وفات مسجد
ملاّنوں والی میں مدفون ہوئے۔ پختہ قبر مع کتبے کے محفوظ ہے۔
آپ نے ایسی طویل عمر شاعری میں ہزاروں اشعار لکھے مگر کلام بدست نہیں ہوا۔
دیوان تو چھپا نہیں، بیاضیں کہاں گئیں یہ بھی نہیں معلوم۔ انیسویں و بیسویں صدی
کے گلدستوں میں کلام چھپا جو پیشِ نظر ہے۔ بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ تلامذہ
کثرت سے تھے۔ سیکڑوں اشعار ایک ہی زمین میں لکھے اور وہ تلامذہ میں تقسیم
ہو جاتے۔ ان کا جو کلام مطالعہ میں آیا اس میں استادانہ پختگی تو ضرور ہے مگر زود
گوئی کا دور تک پتہ نہیں۔ دراصل ان کی عظمت اس بات میں پوشیدہ ہے کہ ان
کے دم سے بریلی میں اردو شاعری کو فروغ ملا، مشاعروں کی رونق بڑھی اور
ان کے فوج در فوج تلامذہ نے علم شاعری کو بلند رکھا۔

نعت

لطف جو باغِ مدینہ کا اٹھا لیتے ہیں
اپنا گھر روضۂ رضواں میں بنا لیتے ہیں

طبق نور فلک کرتے ہیں سر پہ صدقے
داد معراج نبی خوب صلا لیتے ہیں

احتیاج ان کو نہیں روشنی مرقد کی
داغ دل پر غمِ حضرت کا جو کھا لیتے ہیں

جو مسلماں ہیں خاصانِ جنابِ احمد ہیں
با وضو نامِ رسولِ دوسرا لیتے ہیں

گل داغِ غمِ حضرت سے چمن ہے سینہ
دل کی سرد آہ سے ہم کارِ صبا لیتے ہیں

بیٹھنا کوچۂ حضرت کا خوش آتا ہے جنھیں
ہاتھ دنیا کی محبت سے اٹھا لیتے ہیں

درِ والا کو خدا نے یہ شرف بخشا ہے
بھیک شاہانِ جہاں بن کے گدا لیتے ہیں

آپ کے دین میں داخل جو کوئی ہوتا ہے
عین خاصانِ الٰہی میں ملا لیتے ہیں

کشش لطفِ نبی ہوتی ہے جن لوگوں میں
قافلے والوں کو رستے ہی میں جا لیتے ہیں

آپ کا ذکر بصد شوق جو سنتے ہیں بشر
بہر دردِ دلِ بیمار دوا لیتے ہیں

پردہ پوشی ہے یہ منظورِ نظر اُمّت کی
دامنِ عفو میں عصیاں کو چھپا لیتے ہیں
جن کی توفیق سے ہے چشمِ بصیرت روشن
آنکھ سے نامِ مبارک کو لگا لیتے ہیں
اڑ چلے بال و پرِ شوق سے طیبہ کی طرف
شورۂ دل سے یہ ہم حجِ وسا لیتے ہیں
کششِ شوقِ نبی جن کو لیے جاتی ہے
راستہ بھر میں نہیں دم وہ ذرا لیتے ہیں
واہ اے عزّ و شرف روزِ طلوعِ اصلی
بوسۂ روضۂ محبوبِ خدا لیتے ہیں
جن کو دنیا میں نہیں عشقِ نبی اے خواہاںؔ
چھوڑ کر دین خدا جانے وہ کیا لیتے ہیں

-٥-

ماخذ :

خواہاںؔ کے خاندان میں سادات امروہہ کا شجرۂ خاندانی محفوظ تھا جو میری نظر سے گزرا اور جس سے حالات خاندان مستعار لیے گئے دیگر معلومات سن رسیدہ بزرگوں سے معلوم ہوئے۔ نعت کا انتخاب آئینۂ مغفرت (ص۸) سے کیا گیا۔ آخر میں جناب سیّد تعظیم علی نقوی مقیم حال کراچی نے بعض حالات پر مطلع کیا۔

خوشنودؔ، نام غلام جبّار۔

شاگرد سید قاسم علی خواہاںؔ بریلوی۔

حالات و کلام ناپید صرف ایک نعت دستیاب ہوئی جو نذرِ ناظرین ہے۔ آئینۂ مغفرت میں ان کے نام کے ساتھ "شاعرِ یکتائے روزگار بندۂ رب معبود" جیسے توصیفی کلمات مندرج ہیں معلوم ہوتا ہے اپنے عہد یعنی انیسویں کے نصف آخر میں بریلی کے مقبول شاعر تھے۔

نعت

ہے اوج میں کون اپنے پیمبر کے برابر
بیٹھے شبِ معراج میں داور کے برابر
کب چاند ہے اون کے رُخِ انور کے برابر
ہوتی ہے کبھی سیم کہیں زر کے برابر
امید ہے پہونچوں جو مدینے میں الٰہی
بیٹھا رہوں درباں کی طرح در کے برابر
ایک ایک ملا معجزہ ایک ایک نبی کو
اعجاز ہوئے کس کے پیمبر کے برابر
ہوں جلوۂ رخسار محمدؐ کا میں عاشق
ہے آگ مرے دل میں سمندر کے برابر
ہر مرتبہ میں نسلِ علی اصلِ علی کو
چلتے پھرتے ہیں روضۂ انور کے برابر

خوشنود سے کچھ حال گنہ ہوں کا نہ پوچھو
ہے نامۂ اعمال تو دفتر کے برابر

-٥-

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص ۲۵ -

دلاور، نام دلاور حسین۔
مکان شہر کہنہ بریلی میں تھا۔
شاگرد مرزا رستم یار بیگ قیصر بریلوی۔
معتقد مولوی احمد رضا خاں۔
نیک سیرت انسان تھے۔ عمر طبعی پائی۔ بازار شہامت گنج شہر کہنہ بریلی میں کتابوں کی دوکان تھی جس کی قلیل آمدنی سے گزر اوقات کرتے نعت گوئی میں مشہور ہوئے۔ بریلی کے مشہور ہزل گو محمد علی خاں ابلیس (متوفی ۱۹۴۰ء) سے ٹکر لی اور ان کی ہزلیات کا جواب لکھا۔
میں نے ان کو دیکھا تھا۔ بہت بوڑھے تھے شاید تیس سال قبل فوت ہوئے۔

نعت

میں سر پرست آپ تو مجھ کو کوئی غم نہیں
خوفِ گنہ مجھ کو شفیعِ امم نہیں
ترجیح اس پہ خلد بریں کو نہیں نہیں
کوچہ مجھے حضور کا جنت سے کم نہیں

جب یاد آ گئی مرے آنسو نکل پڑے
کب دُر فشاں فراق میں یہ چشم نم نہیں
حسرت یہی تھی روضۂ پرنور مل گیا
ارماں اور کوئی خدا کی قسم نہیں
دل میں ہے اشتیاق مدینہ کی دید کا
زنہار مجھ کو خواہشِ باغِ ارم نہیں
روئے نبیؐ کا دل میں تصور ہے ہر گھڑی
میں مرتبہ میں حافظِ قرآں سے کم نہیں
بہرِ خدا دکھائیے جلوہ مجھے حضور
فرقت میں ہے یہ حال کہ اب دم میں دم نہیں
فرقت کا حال کیسے دلاور بیاں ہو
روزِ فراق روزِ قیامت سے کم نہیں

-٥-

ماخذ:
گلدستۂ نعت ارمغانِ قیصر ۱۹۲۲ء۔

رزاق، نام محمد عبدالرزاق خاں۔
بن اسحاق خاں بن مستجاب خاں بن حافظ رحمت خاں روہیلہ والیٔ روہیلکھنڈ
ذی لیاقت تھے۔ خوشنویسی کے ذریعہ گزر اوقات کرتے تھے۔
صاحب دیوان نعت گو تھے۔ آپ کا دیوان نعت مسمیٰ گلشن نعت ۲۹
۱۸۷۳ء کو مطبع صدیقی بریلی میں باہتمام مولوی محمد منیر طبع ہو چکا ہے تاریخ
طباعت دیوان حکیم برج موہن لعل خار بریلوی شاگرد نواب نیاز احمد

یوسفی بریلوی نے ۱۲۹۰ھ "چھپا اب خوب یہ بے مثل دیوان" سے برآمد کی۔
گلشن نعت ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔
نواب عبدالرزاق خاں بریلی کے نامور نعت گو ہیں۔ ان کا شمار شمالی ہند کے اکابرین میں کیا جاتا ہے انیسویں صدی عیسوی کے دور نعت گوئی میں جبکہ نعت تجرباتی منزل سے گزر رہی تھی ان کی سلیس مگر علوئے خیال سے لبریز نعتیہ شاعری تاریخی اہمیت کی حامل ہے یہ بھی ان چند نعت گویان میں سے ایک ہیں جنھوں نے فن شاعری میں لکھنوی اثرات کو قبول کیا جس کا سبب شاید سید مہربان علی فرحاں بریلوی سے تلمذ تھا۔ کیونکہ فرحاں شاگرد خواجہ آتش (متوفی ۱۸۴۶ء) کے تھے۔
رزاق کی وفات ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔

نعت

وصفِ احمد لکھوں مجال کہاں
ایسا نازک مرا خیال کہاں
آپ میں خلق ہے سخاوت ہے
خلق میں ایسے خوش خصال کہاں
سب موحد ہیں پر سوائے نبی
اور کو لذتِ وصال کہاں
مخزنِ حبِ مصطفیٰ ہے دل
میری دولت کو ہے زوال کہاں
جب ہی سا شفیعِ محشر ہو
پھر خطا سے ہمیں ملال کہاں

شب معراج سدرہ سے بڑھتے
تھی یہ جبریل کی مجال کہاں
منہ ترا اور جناب کی تعریف
سوچ رزاق ہے خیال کہاں

—٥—

ماخذ:

گلشن نعت ص ۲۳ ۔ مملوکہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔
خمخانۂ جاوید۔ جلد ۳ ۔ ص ۳
حیات حافظ رحمت خاں طبع ثالث کراچی ، ص ۳۵۵

رضا ، نام احمد رضا خاں۔
والد کا نام مولانا نقی علی خاں (متوفی ۱۸۸۰ء)
پیدائش ۱۰ شوال ۱۲۷۲ ہجری / ۱۴ جون ۱۸۵۶ عیسوی۔
تیرہ برس کی عمر میں درسی علوم کی تکمیل کی۔ تیرہ برس کی عمر میں ہی پہلا فتویٰ لکھا۔ بحر العلوم تھے۔ پچاس سے زیادہ علوم و فنون پر دسترس حاصل تھی۔ ہر فن پر رسائل لکھے۔ فتاویٰ رضویہ (۱۲ جلد) و ترجمہ قرآن مسمیٰ کنز الایمان آپ کے اعلیٰ علمی کام ہیں۔ اصلاح معاشرہ پر بھی رسائل تحریر کیے۔ زبردست حامی سنت و عدو بدعت تھے۔ آپ کا مسلک حنفی اور مشرب قادری تھا۔ آپ سلسلہ قادریہ میں حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی (متوفی ۱۸۷۹ء) کے مرید تھے۔ سادات کرام اور پیران مارہرہ سے گہری عقیدت

رکھتے تھے۔ حضرت نوری میاں مارہروی (متوفی ۱۹۰۵ء) سے اجازت بیعت و خلافت پائی۔ آپ بلند پایہ نعت گو تھے تمام عمر صرف نعت لکھی۔ شعر کی ہر قسم میں نعت لکھی طبیعت میں خاصہ جدت تھا جس کو ان کے علم و فضل سے سہارا ملا۔ بلاغت کلام کے علاوہ نئی زمینوں میں اشعار لکھے طبیعت کی سوز و رروانی نے کلام کو شعریت و تاثیر بخشی۔ مثلاً ؎

رنگ مژہ سے کر کے خجل یادِ شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطرِ جمالِ گل

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

مگر عوام میں آپ کی آسان و سلیس نعتیں مقبول ہوئیں اور وہ آج بھی ملک کے ہر گوشے میں وردِ زبان ہیں۔ آپ کے مجموعہ کلام نعت کا نام حدائق بخشش ہے جس کے تین حصے ہیں۔ آخری حصے میں نعتیہ قصائد ہیں۔ تاریخ طباعت ۱۹۰۷ء ہے۔
آپ کی وفات سنہ ۱۹۲۱ء عیسوی میں ہوئی۔

نعت

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلیٰ کہوں تجھے
اس مردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں
تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

—٥—

ماخذ:

فاضل بریلوی از پروفیسر مسعود احمد۔
حدائق بخشش ۳ حصص۔

رحمتؔ: نام سید رحمت حسین۔
مکان محلہ ذخیرہ نزد چاہ خرم تھا۔
سادات امروہہ سے تعلق تھا۔ مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی کے رشتہ دار و شاگرد تھے۔ پیشہ مدرسی تھا۔
مزید حالات و کلام فراہم نہ ہو سکے۔ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر کے شاعر ہیں۔

نعت

یا الٰہی ہاتھ اٹھاتا ہوں دعا کے واسطے
خاتمہ بالخیر ہو خیر الوریٰ کے واسطے

یاالٰہی سینۂ آلودۂ جرم و خطا
صاف کر اصحاب و آلِ باصفا کے واسطے
یاالٰہی نزع میں کلمہ محمدؐ کا نصیب
ہو جنابِ مرتضیٰ شیرِ خدا کے واسطے
یاالٰہی کر تر و تازہ گلستانِ مُراد
سیدِ مظلوم شاہِ کربلا کے واسطے
یاالٰہی جلد طے ہو جائے راہِ پلِ صراط
غوثِ اعظم قطبِ عالم رہنما کے واسطے
یاالٰہی کل عذابوں سے بچا کر کے مجھے
باغِ جنت کر عطا موسیٰ رضا کے واسطے
یاالٰہی جنت الفردوس دے ماں باپ کو
شافعِ روزِ جزا صلِ علیٰ کے واسطے
یاالٰہی کر عطا درجہ شہادت کا مجھے
ہے تمنا کل شہیدِ کربلا کے واسطے
یاالٰہی نزع کی مرقد کی روزِ حشر کی
مشکلیں حل کر مری مشکل کشا کے واسطے
یاالٰہی مقصدِ دل سب تری درگاہ سے
پاؤں میں نوبت بہ نوبت مجتبیٰ کے واسطے
یاالٰہی فضل و رحمت سے تو کر رحمت کو شاد
رحمتِ عالم محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے

ماخذ: آئینۂ مغفرت ص ۱۹۔

رستم، نام نادر شاہ خاں۔

والد کا نام محمد شاہ خاں بن اکبر خاں بن انور خاں بن خان جہان خاں بن شیران خاں جو فوج میں عہدیدار تھے۔

پیدائش سنہ ۱۹۰۳ عیسوی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ڈبلو۔ آئی۔ ایم ہائی اسکول بریلی (موجودہ تلک انٹر کالج بریلی) میں داخل کئے گئے مگر دسویں جماعت کا امتحان پاس کئے بغیر تعلیم ترک کر دی۔ زمینداروں کا خاندان تھا۔ مالی فراغت میسر تھی۔ تعلیمی سند اور ملازمت کا سوال پیدا نہیں ہوا۔ بعد کو تجارت شروع کی۔ پسنجر بسوں کا سنڈیکیٹ قائم کیا۔ کاروبار منافع کا تھا۔ خوب کمایا۔ شکار کے شوقین تھے مرغ و بٹیر بازی سے دلچسپی تھی شاعری کا بھی چسکا تھا ابتدا میں مرزا ہادی بیگ فرحتی بریلوی (متوفی ۱۹۳۱ء) ساکن محلہ ذخیرہ بریلی کے شاگرد ہوئے بعد کو جناب شفیع الدین خواجہ بریلوی (متوفی ۱۹۷۶ء) کا تلمذ اختیار کیا۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ نعت، منقبت، سلام اور مرثیہ لکھنے میں ماہر تھے۔ بے حد زود گو تھے لہٰذا اشعار تقسیم کرنے کا بھی شوق تھا۔ غزل میں مضمون طرازی کے عاشق تھے مگر جو بھی شعر تیر کی طرح سیدھا ہوتا نشانے پر بیٹھتا صاحبِ تلامذہ تھے۔ کلام محفوظ نہیں رہا۔ آپ کے اہلِ خاندان اور معترفین کو اچھے اشعار یاد ہیں اور چند اوراق کلامِ نعت و غزل کے محفوظ ہیں۔ میں نے اس قلیل سرمایہ کو نقل کر کے محفوظ کر دیا ہے۔ کوئی نعت مکمل نہیں ملی۔ جو اشعار ملے ہیں وہ جگہ بہ جگہ ناقل نے غلط تحریر کیے جس کی وجہ سے سہو کا امکان موجود ہے چنانچہ میں نے اشعار متفرقہ کا عنوان قائم کر کے ان کے بعض صاف ستھرے اور پُر اثر نعتیہ اشعار نقل کر دیے ہیں تاکہ اپنے عہد کا

پر معروف شاعران اشعار کے ذریعہ ہمیں پہچان لیا جائے اور اس کی شہرت
پر گمنامی کی چادر نہ پڑے۔ آپ کی وفات ۲۰ ستمبر ۱۹۵۵ء کو بعارضہ
سِل ہوئی تکیہ کلو میاں محلہ باقر گنج بریلی میں مدفون ہوئے۔

نعت

(اشعار متفرقہ)

جمال محمد پہ قربان ہو کر
نظر مدعائے نظر ڈھونڈتی ہے

تم سے بڑھ کر نعمتیں اللہ نے بخشیں کسے
خود تمہارا ہو گیا سب کچھ تمہارا ہو گیا

کہاں تک دیکھنا ہے مغفرت حاصل نہیں ہوگی
خدا کو واسطے یہ واسطہ دوں گا پیمبر کا

جبیں کعبہ میں سجدہ ریز تو آنکھیں مدینے پر
خدا بھی سامنے ہو آپ کا دیدار ہو جائے

دور دیر قدسی ہیں دست بستہ وہیں ساقی جبریل آگے بڑھے
خدا ہی جانے کہ آج ہوگا کہاں کہاں احترام ان کا
مدینہ کعبہ طور و اقصیٰ عرش و کرسی و خلد و سدرہ
اب اس کے آگے خدا ہی جانے کہاں کہاں ہے مقام ان کا

جنھوں نے چھوڑا ہے اپنے ہاتھوں سے ہائے دامن رسالت
قسم خدا کی نہ چل سکے گا کسی عبادت سے کام ان کا

ہونے کو ہوئے یوسفؑ بھی حسیں کہتا ہے مگر یہ نور نگاہ
وہ پھول بہار وحدت ہے جو سب کی تمنا ہو جائے

ماخذ:

حالات و کلام اہل خاندان سے فراہم ہوئے۔

رازی، نام سید مجتبیٰ مہدی۔
والد کا نام سید محمد مہدی۔ ساکن محلہ کنگھی ٹولہ بریلی۔
پرانے زمانے کے ایف۔ اے پاس تھے (۱۹۱۶ء) عربی و فارسی کی لیاقت
عمدہ تھی۔ فن موسیقی میں بھی دخل تھا۔ سرکاری ملازمت نہیں کی۔
لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ خوب کمایا اور مرتے دم تک کسی کے
آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ شادی نہیں کی تمام عمر اپنے آبائی مکان میں تنہا
گزار دی شاعری سے دلچسپی تھی۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے
اساتذہ بریلی کے پاس اٹھنا بیٹھنا تھا۔ شاگرد کسی کے نہیں ہوئے
اپنے آگے کسی کو شاعر نہیں لاتے تھے۔ یہی مزاجی کیفیت شاعری پر
حاوی رہی۔ مضمون طرازی اور رعایت لفظی پر جان دیتے تھے۔
چیستاں اور بے اثر بن جاتے۔ شہرت سخن نا مقبولیت سے ملی جو
خود فرمایا ہے ع کلام فوق الکلام ہے وہ جسے سمجھنے سے عام قاصر۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے بعض اشعار خواص کے فہم سے بھی بالا تھے۔ ۳ مارچ ۱۹۷۶ء کو وفات پائی۔ تھوڑے سے کرم خوردہ و آب زدہ اوراق شاعری چھوڑے جو میرے پاس محفوظ ہیں یہ وہی کلام ہے جو انھوں نے سیرت کمیٹی اور کالے امام باڑے کے مشاعروں میں پڑھا تھا میں نے اس کلام سے قریب الفہم دس اشعار متفرقہ کا انتخاب پیش کر دیا ہے۔ شاعر تعلیم یافتہ اور باصلاحیت تھے مگر زورِ ادا اور مضمون طرازی کے شوق نے ان کے کلام کو نامقبول بنا دیا۔

نعت

اشعار متفرقہ

سایۂ دامنِ رحمت میں جگہ مل جائے
پھر بلا جانے مری کیسی قیامت ہوگی

خدا اُن پہ عاشق وہ عاشق خدا پہ
یہ سچ ہے نظر کو نظر ڈھونڈتی ہے

آئینۂ جمالِ محبت کی بزم میں
ٹھگیں دلوں کی شمع فروزاں تھیں تو ہو

قدم بڑھ رہے ہیں بہ شوقِ زیارت
نظر آگے کھنچتی چلی جا رہی ہے

یقیں کی حدوں سے ہے مرتبہ بالا محمدؐ کا
خدا سے مل گیا ہے ڈھونڈنے والا محمدؐ کا

—o—

ماخذ:
رازیؔ صاحب میری اہلیہ کے حقیقی چچا تھے۔ لہٰذا میں نے ان کے حالات ذاتی واقفیت پر سپردِ قلم کیے میرے پاس ان کا کلام بھی محفوظ ہے۔

رازؔ، نام محمد ابراہیم خاں۔
۱۹۰۷ء کو محلہ شاہ آباد گلی ڈوری والان بریلی میں پیدا ہوئے۔ ۳ برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ قرآن ناظرہ اور معمولی اردو تعلیم حاصل کر سکے۔ کم سنی میں ہی کانپور فکر معاش میں پہنچے ایک ایسے دوکان پر ملازم ہو گئے جہاں سلائی کی مشینوں کی مرمت ہوتی تھی تمام اس پیشے میں گزار دی۔ مالک دوکان کا تخلص عشرتؔ تھا جن کی صحبت رازؔ نے شاعری کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۲ء کو اپنی شادی کے سلسلے میں بریلی واپس آئے۔ اس کے بعد کانپور رہنے لگے۔ جناب علی حسن ضمیرؔ بریلوی (متوفی ۱۹۷۷ء) کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہو گئے۔
سلسلۂ طریقت میں جناب بشیر میاںؒ (متوفی ۱۵ مارچ ۱۹۴۹ء) مرید خلیفہ جناب شاہ جی محمد شیر میاںؒ پیلی بھیتی (متوفی ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶/۱۹۰۷ء) کے دستِ حق پر بیعت ہوئے فطرۃً نیک نفس اور تھے جدوجہد کی زندگی نے صبر و قناعت کا وصف پیدا کر دیا تھا۔ ہر حال میں خوش رہتے اور محبت سے پیش آتے۔ مشاعروں کی جان تھے

...م وخواص میں بے حد مقبول تھے تحت اللفظ پڑھتے اور خوب پڑھتے
...ں کو اللہ کی عطائے خاص ہی کہا جائے گا۔ کہ وہ علمی استعداد سے محروم
...ونے کے باوجود باعتبار شاعری اچھوں سے اچھے تھے۔
...۱۹۷۲ء میں فوت ہوئے۔ کلام ان کے وارثین کے پاس محفوظ ہے۔

نعت

اگر ان کا کرم کشتی کا کھیون ہار ہو جائے
یہاں بھی پار ہو جائے وہاں بھی پار ہو جائے
کرم جس پر تمہارا سید ابرار ہو جائے
وہ باغ خلد کا حقدار کیا مختار ہو جائے
نہ ہم سے دور ہیں آقا نہ ہم ہیں دور آقا سے
سلیقہ ہو اگر دیدار کا دیدار ہو جائے
لگاؤں کیوں نہ میں دل سے غم عشق پیمبر کو
اگر یہ غم نہ ہو تو زندگی بیکار ہو جائے
محبت آپ کی وجہ حیات جاودانی ہے
جسے مرنا نہ ہو وہ آپ کا بیمار ہو جائے
کسے ہو تاب نظارہ بھلا کس کی نظر ٹھہرے
جو بے پردہ جمال احمد مختار ہو جائے
اگر قائم رہے تو راز آقا کی ہدایت پر
تری بخشش کا خود اللہ ذمہ دار ہو جائے

—o—

ماخذ: میرے کرم فرما تھے حالات ذاتی واقفیت پر تحریر کیے کلام جناب

انور چغتائی بریلوی نے فراہم کیا۔

ساقیؔ، نام فضل غوث۔
محلہ بہاری پور کسگران میں مکان تھا حکیم عبد الصمد سرشار، حکیم عزیز غوث اور حکیم فیض غوث اسی خاندان کے معزز افراد ہیں۔ بسلسلہ قادریہ برکاتیہ میں حضرت شاہ ابو الفضل شمس الدینؒ آل احمد اولیس عرف اچھے میاںؒ (متوفی ۱۹۱۸ء) سے اجازت بیعت حاصل تھی آپ کے مریدوں میں مولانا ولدار علی مذاق بدایونی (متوفی ۱۸۹۹ء) مشہور صوفی اور شاعر گزرے ہیں صاحب دیوان نعت گو تھے آپ کا کلیات کراچی میں چھپ گیا ہے (۱۹۸۳ء)
۱۸۹۰ء عیسوی میں وفات پائی۔ مولانا حسن بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) نے قطعہ وفات لکھا ؎

چو قضا کرد سید فضل غوث ○ درجہاں رسم خوش اخلاقی نماند
جان و دل از بادہ شدائے میکشاں ○ کل قدح بشکست آں ساقی نماند

۱۳۰۷ھ

نعت

معراج کی شب بن ٹھن کے چلا وہ احمد پیارا خوب بنا
جبریل پکارا صل علی رحماں کا دلارا خوب بنا
دو رویہ کھڑے تھے حور و ملک صف بستہ نظر بازان فلک
کہتے تھے یہ آپس میں خوش ہو دلدار خدا را خوب بنا
تھے جتنے نبی اور پیمبر آدم سے عیسیٰ تک لے کر
جس جس نے نظر کی اوس کی طرف اوس اوس نے پکارا خوب بنا

تھا اوس کے جلو میں روحِ امیں اور خیلِ ملائک پیش و پس
کس شان سے پہنچا عرشِ بریں وہ شاہ خدا را خوب بنا
تو سینے سے وہ جب آگے بڑھا اور قفل درِ ادنیٰ کا کھلا
پردے کو اٹھا کر حق نے کہا محبوب ہمارا خوب بنا
مولیٰ سے بنا تھا وہ بندہ بندے سے بنا تھا وہ مولیٰ
اک بار بنا تھا وہ حامد محمود دوبارا خوب بنا
واں شب کو ہوئیں تھیں جو باتیں میں دل کو سینہ بسینہ
سالک نے زباں سے کچھ نہ کہا مجذوب پکارا خوب بنا
واں شورِ الست بلیٰ کا تھا یاں دورِ الست مولا کا تھا
کثرت میں عیاں کی رمزِ نہاں وحدت کا اشارا خوب بنا
کیا تنگی اور شب کا ہو بیاں تھی حالت جزر و مد کی عیاں
تارے سے بنا خورشید دلے خورشید سے تارا خوب بنا
احمدؐ کو احد سے جب کہ ملا توحید کے خلعت حسب ولا
شان اللہ کا بھید کھلا قدرت کا سنوارا خوب بنا
ہر ایک ہے بلبل اوس گل کا مقصود ہے وہ جزو و کل کا
گلزار دو عالم میں ساقیؔ وہ رشکِ ہزارا خوب بنا

—o—

ماخذ:

آئینۂ دلدار یعنی حیاتِ مولانا دلدار علی مذاقؔ بدایونی ص۳۲ و ص۱۸۹
آئینۂ مغفرت ص
ثمر فصاحت (۱۳۲۷ھ) ص۲۱۹

ساقیؔ، نام سید حسین۔
ساکن عالمگیری گنج متصل سنہری مسجد۔ یہ جگہ اندھے کا امام باڑہ بھی کہلاتی تھی۔
سلسلہ قادریہ میں حضرت امجد علی بدایونیؒ (متوفی ۱۸۶۰ء) کے مرید وخلیفہ تھے۔ صاحب باطن بزرگ تھے مجھے ان کی دو مطبوعہ تصنیفات کا علم ہوا۔ (۱) تحفۃ الشائقین (۱۸۶۶ء) مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی۔ (۲) دیوان سید تاریخی نام "مرغوب دل" (۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) مطبوعہ مطبع مجلس لکھنؤ (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء) اول الذکر کتاب میں حضرت امجد علیؒ کے مختصر حالات اور انتظام شریعت، طریقت، معرفت اور افکار و اشغال پر مضامین ہیں۔ بعد الذکر کتاب میں کلام شعر مشتمل پر نعت، مناقب وغیرہ ہے۔
آپ کا کلام سلیس و سادہ مگر پُر اثر ہے۔ نعت میں صوفیانہ انداز ہے جس سے آپ کی فنائیت فی الرسول کا ثبوت ملتا ہے۔ خود کلام نعت بھی یہ نکتہ اشارت و کنایت ہے ؎

معراج کا عروج دیا دل کو عشق نے ملا پیک نظر سے کام لیا جبرئیل کا

آپ کی وفات شاید انیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائیوں میں کسی تاریخ کو ہوئی۔ ٹیوڑھی کے تکیے میں قبر ہے کسی زمانہ میں سالانہ عرس بھی ہوتا تھا۔

نعت

گر جلوہ نما احمد مختار نہ ہوتا
اسرار نہاں کا کبھی اظہار نہ ہوتا

اللہ کو محبوب کا نظارہ تھا منظور
کیونکر شبِ معراج طلب گار نہ ہوتا
جاری جو نہ فرماتے شریعت کو محمدؐ
اسلام سے کوئی بھی خبردار نہ ہوتا
پیدا ہوئے تصدیق کو لولاک سے افلاک
گر آپ نہ ہوتے کوئی زنہار نہ ہوتا
گر فرقۂ زندیق رسالت سے نہ پھرتا
محشر کے عذابوں میں گرفتار نہ ہوتا
حضرت جو نہ فرماتے امم کے لئے کوشش
کوئی بھی شفاعت کا سزاوار نہ ہوتا
صورت نظر آتی نہ کبھی دونوں جہاں کی
سیدؔ جو صیاں سید ابرار نہ ہوتا

—o—

ماخذ:
مجھے حالات سید حسینؒ کے ایک معتقد جناب غلام جیلانی خاں (متوفی ۱۹۹۰ء) سے معلوم ہوئے جو کبر سن تھے اور جن کی ٹیپ بنانے کی دوکان بازار سبزی کی مسجد میں تھی۔ سید حسینؒ کی دونوں کتابیں بھی ان سے ہی برائے مطالعہ فراہم ہوئی تھیں۔

سید: نام سید حسین۔
مکان محلہ ذخیرہ میں تھا۔
شاگرد مولوی قاسم علی خاں آل کے تھے۔

ایک گلدستہ مشاعرہ منعقدہ محلہ بان خانہ بتاریخ ۲۲ مارچ ۱۹۲۴ء میں ان کی غزل نظر سے گزری تھی گویا ۱۹۲۴ء تک زندہ تھے۔
زود گو معلوم ہوتے ہیں۔
مزید حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

نعت

شور جب آمدِ محبوب خدا کا ہوگا
عرصۂ حشر میں غل صلِ علیٰ کا ہوگا
یادِ حضرت میں اگر جان نکل جائے گی
خلق سے خاتمہ بالخیر ہمارا ہوگا
امتِ سرورِ عالم کی ضیافت کیلیے
جملہ فردوس میں سامان مہیا ہوگا
کہتے پھرتے تھے یہ باہم شبِ معراج ملک
دل میں ارمان جو تھا آج وہ پورا ہوگا
منکرِ ختم کو اگر شک ہے تو ہو حق ہے یہی
نہ ہوا ہے نہ کوئی آپ سا پیدا ہوگا
روحِ طیبہ کو پسِ مرگ جو لے جاؤگے
مجھ پہ احسان فرشتو یہ تمہارا ہوگا
آپ فرمائیں گے بے شبہ شفاعت حق سے
پیش جب نامۂ اعمال ہمارا ہوگا
دل میں رہنے کی نہیں فکر فشارِ مرقد
دفن صحرائے مدینہ میں جو لاشہ ہوگا

ہیبتِ گرمیٔ خورشید قیامت کیوں ہو
دامنِ پاک کا سر پہ مرے سایا ہو گا
اے فلک سیکڑوں زوّار چلے آتے ہیں
کب وہ دن ہو گا کہ ہم ہوں گے مدینا ہو گا
ہند میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں شہیدؔ کو کیا لوگ
کسی کوچے میں مدینہ کے وہ پھرتا ہو گا

—o—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ص۱۳
بزم سخن یعنی گلدستۂ مشاعرہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۴ء۔

شہیدیؔ، نام کرامت علی خاں۔
والد کا نام عبدالرسول خاں۔ مولد موضع ٹھریا پور ضلع اناؤ یوپی۔ تعلیم و تربیت لکھنؤ میں ہوئی۔ کلکٹریٹ لکھنؤ میں ملازم ہوئے۔ قلندرانہ وضع اور جہاں گشت قسم کے انسان تھے۔ شہیدیؔ کے والد اعلیٰ عروضی تھے۔ راجہ ٹکیت رائے کے فارسی کلام پر اصلاح دیتے تھے شہیدیؔ کو شاعری ورثہ میں ملی۔ ابتدا میں مصحفیؔ (متوفی ۱۸۲۵ء) کے شاگرد ہوئے بعد کو دہلی میں شاہ نصیرؔ (متوفی ۱۸۴۰ء) کا تلمذ اختیار کیا۔ عمر کی آخری دھائی میں بریلی وارد ہوئے۔ کئی نوابان میں روہیلوں کی رفاقت اختیار کی وہاں سے نواب کمبو یان قلعہ جامع مسجد بریلی کے یہاں چلے آئے۔ ان کے مربی نواب علی حسین خاں عطاؔ تھے جن کی مدح میں اکیس اشعار کلیات شہیدیؔ میں شامل ہیں۔ مولانا فضل رسولؒ بدایونی (متوفی ۱۸۷۲ء)

کی تحریک پر سفر حج اختیار کیا اور وہ مشہور قصیدہ لکھا جس کا شعر ہے؎

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

۴ صفر ۱۲۵۶ ہجری مطابق ۷ اپریل ۱۸۴۰ عیسوی کو مدینہ شریف میں گنبدِ خضرا دیکھ کر انتقال فرمایا
صاحب دیوان شاعر تھے طرز لکھنوی کے دلدادہ تھے مگر کلام میں سوزش جذبات ہے۔ جذبات کی ہلکی برقی لہر نے ان کے کلام کو پُر اثر بنا دیا ہے ان کے واقعۂ موت اور ان کے لاجواب قصیدے نے شمالی ہند میں اردو نعت گوئی کو فروغ بخشا۔ رفتہ رفتہ وہ اردو نعتیہ شاعری کی علامت بن گئے۔

نعت

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمدؐ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
سمجھا میں شب قدر ہے گیسوئے محمدؐ
کس وضع اٹھائے ہوئے ہیں بارِ دو عالم
ظاہر میں تو نازک سے ہیں بازوئے محمدؐ
تھا بیش بہا حسن کے بازار میں یوسفؑ
پر ہو نہ سکا سنگِ ترازوئے محمدؐ
گلگشتِ گلستاں میں پڑھو صل علیٰ تم
ہر پھول کی بو میں ہے رچی بوئے محمدؐ

کعبہ کی طرف منہ ہو نمازوں میں ہمارا
کعبہ کا شب و روز ہے منہ سوئے محمدؐ
سرِ خلد بیابانِ عرب مجھ کو ہے طوبیٰ
ہوں شیفتۂ قامتِ دلجوئے محمدؐ
رضواں کے لیے لے چلوں سوغاتِ شہیدی
گر ہاتھ لگے خار و خسِ کوئے محمدؐ

—o—

ماخذ:

ان سطور کی اصل میرا مضمون "کرامت علی خاں شہیدی" مطبوعہ معارف اعظم گڑھ جنوری ۱۹۶۴ء ہے۔

شمس، نام خواجہ احمد۔
ساکن محلہ خواجہ قطب بریلی۔
پیشہ کتب فروشی۔
شاگرد نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء)

نعت

ہم مئے عشقِ نبی سے آجکل سرشار ہیں
بے نیا ہے طرز بے خود ہیں مگر ہشیار ہیں
ساقیِ کوثر کے دل میں گھر ہے اُن کا موبمو
جو مئے عشقِ نبی سے چور ہیں سرشار ہیں

کیا بھلا شادابیٔ طیبہ کی ہم مدحت کریں
رشکِ جنت گر وہاں کے وادی پرخار ہیں
کنت کنزاً کے جنھیں مخفی نہیں معنی وہی
کاشفِ رمزِ نہاں ہیں محرمِ اسرار ہیں
ہستیِ عالم نہ ہوتی وہ اگر ہوتے نہیں
ہے جہاں پرکار تو وہ نقطۂ پرکار ہیں
جز خداوندِ دو عالم کس سے مدحت ہو سکے
وصف میں اُن کے سبھی جن و بشر ناچار ہیں
ہم برے ہیں یا بھلے جائیں گے جنت میں ضرور
مدح خوانِ مصطفیٰ و حیدرِ کرار ہیں
یہ لباسِ فقر ہم کو خلعتِ شاہانہ ہے
در ہم داغِ تعشق کے سبب زردار ہیں
عاشقِ روئے نبی ہیں ڈر نہیں اے شمس کیا
جاں نثارِ مرتضیٰ ہیں بندۂ غفار ہیں

—o—

ماخذ:

خمخانۂ جاوید - جلد ۵ - ص ۱۲۱۔
آئینۂ مغفرت - ص ۱۲۱۔

شمیم، نام سید حسین شاہ۔
شاگرد مرزا عباس بیگ عباس و نادر بریلوی و سید احسان علی احسن بریلوی
انیسویں صدی عیسوی کے شاعر اور بریلی کے ابتدائی دورِ نعت گوئی سے تعلق ہے

گلدستۂ نعت یعنی آئینۂ مغفرت مرتب کر کے طبع کرایا۔ اول ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء میں اور بار دوم ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں۔ جناب نصیر الدین حسین نظامی نیازی (متوفی ۱۹۰۰ء) کے پگڑی بدل بھائی تھے محلہ خواجہ قطب میں ہی رہتے تھے بعد کو محلہ جسولی میں سکونت اختیار کی۔ بھوپال میں بھی قیام کیا نیک سیرت اور باطنی لذت سے آگاہ انسان تھے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

نعت

کس کا مقدور ہے جو نعتِ پیمبر لکھے
ہاں اگر لکھے تو وہ خالقِ اکبر لکھے
نہ تو وصلی پہ نہ قرطاس کے اوپر لکھے
نام احمد کا اگر لکھے تو دل پر لکھے
جس کا توصیف سے ہو مرتبہ اعلیٰ یارو
اس کی مدحت کہو ادنیٰ بھلا کیونکر لکھے
آپ کا نام خدا نام تھا اسمِ اعظم
دیکھے قرآں میں جو اسمائے پیمبر لکھے
زندگی کا تو یہی لطف جہاں میں ہے نسیم
جب تلک زندہ رہے نعتِ پیمبر لکھے

—o—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت - حق
وہ حالات جو جناب مسعود نظامی ساکن محلہ خواجہ قطب بریلی نے

بتلائے۔ اس کے علاوہ سید حسین شاہ شمیمؔ کی صاحبزادی حیات ہیں جن کی عمر نوّے برس سے زیادہ ہے بقیدِ ہوش و حواس ہیں۔ بعض حالات ان سے معلوم ہوئے۔

شیداؔ، نام محمد سلیمان خاں۔
ساکن محلہ صوفی ٹولہ شہر کہنہ بریلی۔
تعلیم واجبی تھی۔ پیشہ تجارت بازار سرائے خام بریلی میں بکسوں کی دوکان تھی۔

ابتدا میں مرزا سعادت یار بیگ سجنؔ بریلوی (متوفی ۱۹۵۰ء) کے شاگرد ہوئے اور بعد کو منشی قمر الحسن قمرؔ بدایونی (متوفی ۱۹۴۱ء) کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ نعت گوئی میں شہرت پائی۔ سیدھے سادھے خیالات، صاف ستھری عام فہم زبان میں پیش کرنے کے عادی تھے مشاعروں میں مقبول تھے۔ تقسیمِ برصغیر کے بعد ہجرت اختیار کی اور گمنام ہو گئے۔

نعت

تہنیت جشنِ ولادت کی صبا لائی ہے
آج ہاشم کی گلستاں میں بہار آئی ہے
قطرہ قطرہ ہے تری شانِ رسالت کا گواہ
ذرہ ذرہ سے نمایاں تری یکتائی ہے
اس نے پائی ہے حقیقت میں حیاتِ ابدی
جس کو تقدیر سے طیبہ میں قضا لائی ہے

اللہ اللہ ترے شہرِ مقدّس کا علو
حق تعالیٰ نے مدینہ کی قسم کھائی ہے

رات دن شمس و قمر کرتے ہیں روضہ کا طواف
اور وہ یوں کہ اسی گھر سے ضیا پائی ہے

دشتِ طیبہ کا ہر ایک پھول ہے صد رشکِ چمن
دشتِ طیبہ کے ہر اک خار میں رعنائی ہے

نعتِ احمد کا ملا ہے یہ صلا حشر کے دن
قصرِ جنت میں جو شیدا نے جگہ پائی ہے

—٥—

ماخذ:
حالات منشی علی حسین ضمیر بریلوی (متوفی ۱۹۶۷ء) سے معلوم ہوئے
ضمیر بریلوی بھی منشی قمر بدایونی سے کچھ دن منسلک رہے ہیں۔
نعت گلدستۂ مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی (۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء) سے اخذ کی گئی۔

شوخ، نام بخت عالم شاہ خاں۔
شاگرد استاد شفیع الدین خواجہ بریلوی (متوفی ۱۹۴۶ء)
متواضع، با مروت اور پر مزاح انسان تھے دوستوں کے یہاں اور مشاعروں میں بڑی آؤ بھگت تھی۔ شاعری میں نام پیدا کیا۔ ان کا یہ شعر ضرب المثل ہے۔ ؎

دل ان سے گفتگو کے لئے بیقرار ہے
یا رب تو جان ڈال دے تصویرِ یار میں

برصغیر کی تقسیم کے بعد رامپور گئے اور وہاں سے ہجرت اختیار کی۔ بے مثل صلاحیتوں کے شاعر تھے فطری استغنا اور داد و بیداد سے بے نیازی نے بالآخر گمنام کر دیا۔ کچھ کلام ان کے معترفین کو یاد ہے دو چار غزلیات رسائل و جرائد میں مطبوعہ مل جاتی ہیں۔ اس وقت وہ اور ان کا کلام دونوں گمنام ہیں تیس یا چالیس برس پہلے ان کے دم سے بریلی کے مشاعرے کامیاب ہوتے تھے۔

نعت

نہ تماشا ہے کوئی اور نہ تماشائی ہے
نورِ احمد کی یہ سب انجمن آرائی ہے

حسنِ وحدت کا ہے آئینہ جمالِ انور
یادِ حق ساتھ میں لے کر تری یاد آئی ہے

مدتوں روئے ہیں سرکار ہماری خاطر
بحرِ رحمت میں تری سوچ پہ موج آئی ہے

دیکھ کر بزمِ تصور میں جمالِ انور
نگہِ واپسیں با دیدۂ تر آئی ہے

نورِ مطلق ہو کوئی نورِ مجسم کوئی
دور تنہا کی حدوں پہ مری بینائی ہے

کوئی رخ زیست کا روشن نہیں ہوا ہے نصیب
دن بھی تنہائی کا ہے شام بھی تنہائی ہے

یا نبی ہجر کے صدموں سے مرا جاتا ہوں
موت کی فوج بھی قاتوں پہ اتر آئی ہے

جملہ احوال سُنا کر تو صبا یہ کہنا
ہجر میں آپ کے اب جان پہ بن آئی ہے
نام کے صاحبِ ایماں تو بہت ہیں لیکن
شوخؔ مومن ہے وہی ان کا جو شیدائی ہے

—o—

ماخذ :

نادر شاہ خاں رستمؔ بریلوی کے بعض اعزا کو شوخؔ کا کلام یاد تھا جو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ان سے ہی حالات بھی فراہم ہوئے۔ نعت کا انتخاب گلدستۂ نعت مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی (۱۹۴۳ء) سے کیا گیا۔

شیداؔ ، نام محمد سعادت حسین۔
والد کا نام محمد خادم حسین ساکن محلہ کھاڑا پیر۔ عقب ملی والان بریلی۔
تعلیم واجبی۔ حاجی سید وارث علی شاہ صاحبؒ کے سلسلے میں بیعت تھے
پیشہ زرکاری۔ نہایت خلیق و زندہ دل انسان تھے۔
منشی علی حسین ضمیرؔ بریلوی کے شاگرد تھے۔
نعت گوئی میں مشہور ہوئے۔ ایک مجموعہ نعت پاکستان میں چھپ چکا ہے۔ ۱۷ فروری ۱۹۶۹ء کو فوت ہوئے۔

نعت

اپنی جبیں کو عرشِ معلّیٰ کریں گے ہم
جا کر درِ رسول پہ سجدہ کریں گے ہم

رفعت کو دیکھتے ہوئے اٹھتی نہیں نگاہ
کیا وصف حدِ عظمتِ آقا کریں گے ہم
کچھ بے خودی عشق شہ دیں کی حد نہیں
کب تک نہ جانے ہوش میں آیا کریں گے ہم
یادیں ہیں اپنے دل میں سراجِ منیر کی
چاہیں گے جس جگہ بھی اجالا کریں گے ہم
یہ آرزوئے دل ہے کہ شیداؔ پئے کفن
خاکِ درِ رسول مہیا کریں گے ہم

—o—

ماخذ :

حالات و کلام ان کے اعزا سے فراہم ہوئے۔

شیواؔ ، نام مفتی صابر حسن۔
والد کا نام مفتی عماد الحسن محوؔ (متوفی ۱۹۲۶ء) جو شاگرد تھے غلام بسم اللہ بسملؔ (متوفی ۱۸۹۸ء) تلمیذ غالبؔ کے۔ دادا کا نام مفتی سلطان الحسن خاں احسنؔ (متوفی ۱۸۸۲ء) تلمیذ غالبؔ
بدایوں کے عثمانی خاندان کے فرد تھے۔ بزرگوں نے بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مکان محلہ ذخیرہ پھاٹک برکات احمد میں ہے۔
پیدائش سنہ ۱۹۰۹ء۔ تعلیم و تربیت بزرگوں کی زیرِ نگرانی ہوئی علوم شرقیہ میں سند حاصل کی۔ ڈبلو آئی ایم ہائی اسکول بریلی (اب تلک انٹر کالج) میں اردو، فارسی و عربی کے مولوی تھے شاعری ورثہ میں پائی۔ غالبؔ و شیفتہؔ کی ادبی روایات کے حامل تھے۔ ان کا مکان ادب کدہ تھا

پابندی سے مشاعرے ہوتے سخن فہموں و سخن سنجوں کا ہجوم رہتا تقریباً نصف صدی تک فیض ادب جاری رہا۔ نعت گوئی سے بے حد شغف تھا دہلی کے نعتیہ مشاعروں میں پابندی سے شریک ہوتے۔ ریڈیو پر بھی کلام نعت سناتے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت اختیار کی مگر گمنام نہیں ہوئے ہرچند کلام غیر مطبوعہ رہا لیکن شہرت نے قدم چومے برصغیر کے ادبی حلقوں میں جانے پہچانے جاتے تھے۔

بڑے کرم فرما تھے۔ کراچی سے اپنا کلام بھیجتے رہتے تھے۔ میں نے اور جناب رضا صدیقی (متوفی ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء) ساکن گلی میر تقی سرائے پختہ بریلی ... خان کا کافی کلام جمع کرلیا۔ منتخبہ نعت انہی کی ارسال کردہ ہے۔

... نومبر ۱۹۷۵ء کو کراچی میں وفات پائی۔

نعت

آپ کے عشق نے جسکو اپنا لیا آپکی آرزو میں جو کام آگیا
اس کو اک مستقل زندگی مل گئی اسکو لطف بقائے دوام آگیا
خلوت عرش سے فرش پر آج وہ انبیا و رسل کا امام آگیا
جسکے قبضے میں کل کائنات آگئی جسکے زیر نگیں ہر نظام آگیا
اللہ اللہ شوق حضوری مرا ہو گیا طے تصور میں سب فاصلہ
مرحلے طے ہوئے جیسے جھپکے پلک جب کھلی آنکھ بیت الحرام آگیا
ہاں سنبھل جوش شوق زیارت سنبھل شرط پاس ادب ہے ذرا دیکھ چل
سبز گنبد کے جلووں نے مژدہ دیا دیکھ نزدیک دار السلام آگیا
یوں بھی ہوتا ہے طیبہ کے ارمان میں ذوق و کیف تمنا کے طوفان میں
جیسے اذن حضوری مجھے مل گیا جیسے میری طلب کا پیام آگیا

فرض تصدیق و تعمیل فرمان اب آرزو کا تقاضہ نور ادب
جب کسی نے ترا نام نامی لیا میرے لب پر درود و سلام آگیا
ان کے جلووں سے کونین معمور ہے فرش سے عرش تک عالم نور ہے
خاتم الانبیا جلوہ فرما ہوئے یا ستاروں میں ماہ تمام آگیا
اللہ اللہ معراج کا وہ سماں اٹھ گئے جو حجابات تھے درمیاں
التحیات للہ کہا آپ نے اس طرف سے جواباً سلام آگیا
وہ کہاں اور توصیف خیر البشر وہ کہاں اور نعت ختم رسل
یہ سعادت بھی اپنی جگہ کم نہیں مدح خوانوں میں شیدا کا نام آگیا

—o—

ماخذ:

شیدا عثمانی کے راقم الحروف کے نام مکاتیب۔
راقم الحروف کا مضمون "بریلی کے خاندان مفتیان کی شاعری کا مختصر جائزہ" مطبوعہ معارف اعظم گڈھ اگست ۱۹۷۷ء۔

صولت: نام اکبر حسن۔

اجداد کا تعلق بدایوں سے تھا۔ بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ فراش ٹولہ بریلی میں مکان تھا۔ مفتی سلطان حسن خاں احسن کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ بسلسلۂ ملازمت گوالیار و مالوہ میں رہے۔ اجین میں جج کے عہدے پر فائز تھے۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۰ ہجری مطابق ۲۴ فروری ۱۹۱۲ء کو بعمر ۴۲ سال وفات پائی۔ بمقام مالوہ لب دریائے سپرا اندرون درگاہ شاہ مولانا مغیث الدین صاحبؒ مدفون ہوئے۔
صاحب دیوان شاعر تھے۔ کلام غیر مطبوعہ تھا دواوین کا کیا حشر ہوا علم نہیں

بریلی کے جرائد و گلدستوں میں کلام چھپتا تھا۔ جس سے متفرق کلام یکجا کرنے میں مدد ملی۔ نعت گوئی سے خصوصی دلچسپی تھی۔ خود فرماتے ہیں ؎

یوں تو ہندوستان میں شاعر ∴ لاکھوں بے مثل ولاجواب ہوئے
صولتؔ و محسنؔ و امیرؔ و مذاق ∴ مدح خواں چار انتخاب ہوئے

مفتی صادق حسن صادقؔ بریلوی نے جو رشتے میں جناب صولتؔ کے داماد اور مفتی عمادالحسن محو بریلوی کے صاحبزادے ہیں مجھے اپنے خسر کا غیر مطبوعہ نعتیہ کلام دکھایا۔ جس میں ایک قصیدہ نعت "خزینۃ البرکات" (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) محسنؔ کاکوروی کے قصیدے نظم دل افروز (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کی زمین میں ہے میں نے اس معرکتہ الآرا قصیدہ کو مرتب کر کے قومی زبان کراچی نومبر ۱۹۹۲ء میں چھپوا دیا تاکہ وہ مکمل تباہی سے محفوظ ہو جائے۔ چند نعتیں بھی دیکھیں جن کی نقل محفوظ کر لی۔

اس قصیدے اور نعت کو دیکھنے کے بعد جناب صولتؔ کے نادرالکلام نعت گو ہونے کا ثبوت ملتا ہے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ صاحب نظر و صاحب دل انسان تھے اور ان کے نعتیہ کلام میں ان کے جذبات صادق کی گرمی ہے۔

نعت

چہرۂ انور نورِ مظہر صلی اللہ علیہ وسلم
ماہِ منور نیرِ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم
شاہِ دو عالم سنجرِ آدم کعبِ معظم سب سے مکرم
خلقِ مجسم خلق کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم

مالک و مولیٰ ہے وہی اپنا وہی ملجا ہے وہی ماویٰ
نام انھیں کا نقش ہے دل پر صلی اللہ علیہ وسلم
اول و آخر سب بھی ہیں ظاہر ان کے مظاہر بے حد و افزوں
قدرت قادر کا ہے وہ مظہر صلی اللہ علیہ وسلم
صدرِ نبوت تختِ حکومت شافع امت روزِ قیامت
تاجِ شفاعت زیب وہ سر صلی اللہ علیہ وسلم
ہے وہی چشمۂ آبِ بقا طرب مصحف سورۂ واصل
جس کے بچے جویا خضر و سکندر صلی اللہ علیہ وسلم
گیسوئے جاناں مشک فشاں ہیں جیسے کہ خوشبو کون و مکاں میں
دونوں جہاں ہیں ان سے معطر صلی اللہ علیہ وسلم
غالب برتر کیسے نہ ہو تو صبر ہے تیرا یکتہ پہلو
قوت بازو حیدرِ صفدر صلی اللہ علیہ وسلم
راہنمائے عاکف و بادی خضر پہ سرگرداں و لیو ادی
ہے تو ہی ہادی ہے تو ہی رہبر صلی اللہ علیہ وسلم
صاحبِ عزت صاحبِ دولت صاحبِ ہیبت صاحبِ عظمت
پایہ رفعت عرش سے برتر صلی اللہ علیہ وسلم
احمد نامی کہف انامی ماویٰ و حامی سب سے گرامی
سب کے ہیں حامی سب کے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم
میں بھی ہوں تیرا مجھکو بھی دینا جام تولا ہے یہ تمنا
ہے یہ تمنا ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم
ہے انھیں زیبا فخر و تعلیٰ نام ہے جن کے دل کو تسلی
نورِ تجلی ہیں وہ سراسر صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں ماحیِ شرکِ خفی و جلی بوبکر و عمر عثمان و علیؓ
رحمتِ حق کی ان چاروں پر صلی اللہ علیہ وسلم
چاہیئے صولتؔ لب پہ کسی کے نام مبارک انکا جب آئے
ساتھ ہی نکلے منہ سے برابر صلی اللہ علیہ وسلم

ماخذ :
آئینۂ دلدار ص [illegible]
مزید حالات و کلام رفیقِ صادق حسینؔ سے فراہم ہوئے۔

ضیاؔ : نام محمد ضیاء اللہ خاں۔
شاگرد حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی و مولوی قاسم علی خواباںؔ بریلوی۔
حالات و کلام دستیاب نہیں ہوئے۔

نعت

روضۂ پاک شہِ دیں پہ جو جایا کرتا
چین سے دل کی لگی کو میں بجھایا کرتا
رونقِ بزمِ جہاں میرے ہی دم سے ہوتی
چاند طیبہ کا مرے دل میں جو جلوہ کرتا
ذکرِ جنت سے تو واعظ نے فقط کان ہی کھائے
کاش یہ مردِ خدا وصفِ مدینہ کرتا
ہم گنہگاروں کو پھر پوچھنے والا تھا کون
گر شفاعت نہ وہ محبوبِ خدا کا کرتا

جو ہے صحرائے مدینہ میں کہاں وہ اس میں
لے کے رضواں ہی گلستانِ جناں کیا کرتا
کوئی بازارِ قیامت میں تھا میرا گاہک
گرم بازار جو عصیاں کا نہ ہوتا ہوتا
اے ضیاؔ مجھ کو جو طیبہ کی زیارت ملتی
کیوں میں زوار کو پھر یاس سے دیکھا کرتا

—o—

ماخذ :
آئینۂ مغفرت ص [illegible]۔
خمخانۂ جاوید جلد ۵ ص [illegible]۔

طالبؔ : نام محمد علی حسین شاہ۔
آپ کے اجداد دربارِ دہلی میں نقیب تھے۔
مختلف سلاسلِ طریقت میں منسلک تھے۔ صورت، سیرت اور پوشش سے صوفی تھے۔ بازار درزی چوک بریلی میں جلد سازی کی دوکان تھی۔ مولوی قاسم علی خواباںؔ بریلوی کے شاگرد تھے۔ صرف نعت گو تھے آپ کی نعتوں میں صوفی کا مزاج ملتا ہے تغزل کی چاشنی نہ ہونے سے خفیف پھیکے پن کا احساس ہوتا ہے۔ مطبوعہ تصانیف کی تفصیل یہ ہے :
۱۔ نغمانِ طالبؔ ۲۔ مجموعہ ہشت جنت (آٹھ حصص) ۳۔ تحفۂ چشتیہ
۴۔ یادگارِ طالبؔ (آٹھ حصص) ۵۔ طالبِ مدینہ۔
۶۔ دیوان مدح مرغوب۔
[illegible] میں فوت ہوئے۔

نعت

نزول اس جا ملائک کا سرِ دربار ہوتا ہے
جہاں ذکرِ جنابِ سید ابرار ہوتا ہے
وہ گھر بیٹھے ہوئے نظارہ کرتے ہیں ترا مولا
میسّر جن کو رویا میں ترا دیدار ہوتا ہے
فراقِ شاہ دیں میں دل مرا بیتاب بے خود ہے
کبھی نالاں کبھی گریاں کبھی خونبار ہوتا ہے
شریعت معرفت سے واقف و آگاہ ہے وہ دل
جو حبِ مصطفیٰ سے بے خود و سرشار ہوتا ہے
تو وہ مقبول شاعر ہے طفیلِ نعتِ احمدؐ میں
کہ تیرا تذکرہ طالبؔ سرِ بازار ہوتا ہے

—o—

ماخذ:
راقم الحروف کا مضمون "علی حسین شاہ طالبؔ" مطبوعہ ماہنامہ آستانۂ زکریا ملتان جولائی ۱۹۵۹ء۔

طاہرؔ، نام کلن خاں۔
حافظ قرآن تھے۔
آئینۂ مغفرت میں ایک نعت چھپی ہے عنوان میں لکھا ہے "غزل سعید باطن و ظاہر..." جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر صاحبِ سیرت تھے۔
شاعری میں سید مہربان علی فرحاں بریلوی کے شاگرد تھے۔

مزید حالات و کلام فراہم نہیں ہوئے۔

نعت

وہ محبوب بیشک ہمارا ہوا ہے
خدا کو جو لاریب پیارا ہوا ہے
جو ہے داغِ عشقِ نبی دل کے اندر
یہ مدت ہمارا روشن ستارا ہوا ہے
ہوا ہے محبت سے حضرت تمہاری
ہر اک پھول کھل کر ہزارا ہوا ہے
نہ کیوں دل فدا ہو حبیبِ خدا پر
کہ محشر کا ہم کو سہارا ہوا ہے
عجب کیا کہیں خواب میں تجھ سے حضرت
کہ دیوانہ اب تو ہمارا ہوا ہے
چلا ہند سے ہیں جو طیبہ کی جانب
پیمبرؐ کا شاید اشارا ہوا ہے
تبرک ہے تعظیم اوس کی ہے لازم
جو حضرت کا جبّہ اوتارا ہوا ہے
نبی کو کیا دفن زہرا یہ بولیں
علی تم کو کیونکر گوارا ہوا ہے
وہ پائے گا جنت خدا سے بلاشک
جو عاشق پیمبر تمہارا ہوا ہے

ستاؤ نہ للہ ظاہر کو کوئی
یہ عشق پیمبر کا مارا ہوا ہے

—o—

ذ :

آئینۂ معرفت حق ۲۴؎ ۔

ص : نام نیاز اللہ خاں ۔

ن روہیل کھنڈ شہر کہنہ بریلی ۔

جد محمد اللہ یار خاں خیر آباد (اودھ) سے ترک وطن کرکے بریلی وارد
ے علمی استطاعت معمولی تھی محلہ چک بریلی کے محکمہ تحصیل میں ایک معمولی آسامی
رتی ہوئے ۔ بعد کو بریلی کے مشہور وکیل سید یوسف علی کی محرری کی اور
ترقی کی کہ گاؤں خرید کر خود بھی زمیندار بن گئے ۔

ری میں مرزا رستم یار بیگ قیصر کے شاگرد تھے ۔ ہزل گوئی حیثیت سے
ور ہوئے ۔ بعد کو تائب ہوگئے ۔ اور نعت گوئی کا شغل اختیار کیا
مجموعہ نعت بعنوان "دامن پیغمبر" (۱۳۴۹ ہجری / ۱۹۳۰ عیسوی)
پریس بریلی میں چھپ چکا ہے ۔

ی نعتوں میں بے ساختہ پن ہے ، جذبات کی گرمی ہے ۔ اپنا نعتیہ
محافل میلاد میں سناتے تھے ۔ آپ کا نعتیہ کلام عوام و خواص میں
ل تھا ۔

ء میں فوت ہوئے ۔

نعت

جنت سے فرشتے لاتے ہیں سرکار میں ڈالی پھولوں کی
فردوس سے حوریں لاتی ہیں دربار میں تھالی پھولوں کی
ہے غنچہ وحدت روئے نبی اور سنبل جنت موئے نبی
اللہ رے خوشبوئے نبی یا روح نکالی پھولوں کی
رخسار کی سرخی صل علیٰ رنگینی لب سبحان اللہ
اے رشک چمن ماشاء اللہ قرآن ہے لالی پھولوں کی
گلزار نبی زہرہ ہیں کلی حسنین ہیں گل غنچے ہیں علی
ہے گلشن وحدت جسم نبی یا شاخ ہے عالی پھولوں کی
اے باد صبا اے مہر عرب طیبہ میں مجھے کر لیجے طلب
روضہ پہ چڑھاؤں با صد ادب یہ ڈال نرالی پھولوں کی
یہ نعت نبی کا صدقہ ہے ہر لفظ برنگ گلشن ہے
ہر حرف مہک کا مسکن ہے ہر لفظ ہے ڈالی پھولوں کی
ہر رنج سے یہ آزاد رہے مداح نبی ہے شاد رہے
اللہ ظریف آباد رہے لایا ہے جو ڈالی پھولوں کی

—o—

ماخذ :

حالات زندگی اور مجموعہ نعت "دامن پیغمبر" آپ کے داماد جناب ظہور الحسن صدیقی ساکن محلہ شاہ آباد نے فراہم کیے ۔

عباسؔ و نادرؔ ، نام مرزا عباس بیگ۔
مرزا ندیم (متوفی ۱۱۳۹ء) مصاحب نادرشاہ درانی، ان کا جدِ امجد تھا۔
انگریزی و فارسی میں دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاست رامپور میں ملازم ہے
پھر لکھنؤ وارد ہوئے۔ اس کے بعد ریاست باندہ میں درباری شاعر
ہو گئے۔ نواب باندہ علی محمد خاں نے قلمدانِ وزارت بھی آپ کے سپرد
کر دیا۔ انگریزوں کے مخالف تھے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں
کی مخالفت کی۔ نتیجۃً دار پر چڑھائے گئے۔ جرم بغاوت کی بنیاد آپ کا یہ
شعر تھا ؎

اختر بھی جھک گئے ترے خالوں کے سامنے
گوروں کے پاؤں اٹھ گئے کالوں کے سامنے

تختۂ دار پر چڑھنے سے پہلے آغا محمد تقی خاں ترقیؔ کا یہ شعر پڑھا جو ضرب المثل
بن چکا ہے ؎

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

۱۸۵۸ء میں پھانسی کے وقت آپ کی عمر ۴۰ برس کی تھی۔
شاعری میں ناسخؔ و آتشؔ دونوں سے فیضیاب ہوئے۔ فرماتے ہیں ؎

مشاعرے میں غزل کب چمکتی اے عباسؔ
جو فیضِ آتشؔ و ناسخؔ نہ کام کر جاتا

آتشؔ کے مشورے پر نادرؔ تخلص اختیار کیا۔ ہفت دیوان یادگار چھوڑے
ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں کلام ضائع ہو گیا۔ ایک دیوان آپ کے صاحبزادے
مرزا رستم یار بیگ قیصرؔ نے طبع کرا دیا تھا۔ وہ بھی ناپید ہے آپ کی اولاد
محلہ قصائی ٹولہ شہر کہنہ بریلی میں آباد ہے۔

نعت

خدا ہے تیرا ثنا خواں یا رسول اللہ
بڑی ہے سب سے تری شان یا رسول اللہ
یہ نام وہ ہے کہ جس کی ثنا نہیں ممکن
کہ آپ کہتا ہے سبحان یا رسول اللہ
دل اوس کا نورِ حقیقت سے کیوں نہ ہو روشن
زباں پہ جس کی ہو ہر آن یا رسول اللہ
خدا نے اپنی عنایت سے ہے کیا نازل
تمھارے واسطے قرآن یا رسول اللہ
یہ وقتِ گرمیٔ خورشیدِ حشر ہو کافی
تمھارا سایۂ داماں یا رسول اللہ
لکھا ہے لوحِ مقدس پہ خود تمھارا نام
تمھارے نام کے قربان یا رسول اللہ
یہ عرض آپ کی خدمت میں رکھتا ہے عباسؔ
دمِ آخیر ہو آسان یا رسول اللہ

—o—

ماخذ:
"۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا" از مولانا امداد صابری۔ ص ۳۴۷
آئینۂ مغفرت۔ ص ۲۵

علمیؔ، نام محمد حسن ۔

شمسی برادری کے باعزت فرد تھے بریلی میں پل قاضی پر مکان تھا ۔
علم و فضل سے آراستہ صوفی منش انسان تھے باعتبار پیشہ مدرس تھے
مولوی احمد رضا خاںؒ کے دادا مولانا رضا علی خاںؒ (متوفی ۱۸۶۵ء) کے
شاگرد اور مرید و خلیفہ تھے ۔ نعت گوئی سے دلچسپی تھی ۔ شاعری میں
امیر الدین آزادؔ بریلوی (متوفی ۱۸۹۷ء) کے شاگرد تھے کلام دستیاب
نہیں ہوا ۔ ایک قلمی نعتیہ مثنوی کے چند اوراق جناب ضیاء الدین ضیاءؔ
شمسی بریلوی (متوفی ۱۹۷۵ء) نے مجھے دکھائے تھے ۔ مکمل مثنوی مطبوعہ
یا قلمی دستیاب نہیں ہوئی ۔

علمیؔ کو ابدی شہرت "خطبات علمیؔ" سے ملی جو مساجد میں ہر جمعہ و عیدین کو
پڑھے جاتے ہیں ۔

علمیؔ کی ایک نعت "آئینۂ مغفرت" میں چھپی تھی جو اس تذکرہ میں منقول
ہوئی ۔

نعت

دل مرا نعتِ رسول اللہ پہ مائل ہوا
شکر حق ہے میں بھی مداحوں میں اب داخل ہوا
لامکاں کا ہے مکیں وہ نورِ ذاتِ کبریا
یہ مقامِ قربِ خیرالورٰی کے لیے حاصل ہوا
معجزہ اظہر من الشمس ایک ہے یہ آپ کا
ایک ہی انگلی سے دو ٹکڑے مہ کامل ہوا

مرتبہ ادنیٰ کا وہ عالی ہے کہ صد ہا مرتبہ
چرخ سے روح الامیں پابوسی کو نازل ہوا
نور خالق ہے اور ممدوح خالق کا ہے وہ
خلق کا منہ مدح کہنے کے بھی کب قابل ہوا
ہیں یہ عالی جاہ حضرت دیکھ کر جن کے قدم
فخر کرنے والا ہر ایک عرش کا حامل ہوا
کیا کہوں علمیؔ غزل فکر و تردد میں مرا
آہ یکدم بھی نہ خالی رنج و غم سے دل ہوا

—○—

ماخذ :

آئینۂ مغفرت ص ۹ ۔
حالات پنجابی برادری کے چودھری اشتیاق احمد صاحب (متوفی
۱۹۷۴ء) سے دستیاب ہوئے ۔
حیاتِ اعلیٰ حضرت ۔ ص ۳۳

عاشقؔ، نام سعادت یار خاں ۔

شہر کہنہ میں رہتے تھے ۔
نیاز احمد خاں ہوشؔ (متوفی ۱۸۹۲ء) شاگرد تھے ۔
اپنے دور کے معروف شاعر تھے صف اساتذہ میں شمار کیے جاتے تھے
بریلی کے جن عمر رسیدہ شعراء نے ساٹھ ستر برس پہلے ان کو دیکھا وہ ان
کی شاعری کے مداح تھے ۔
کلام دستیاب نہیں ہوا ۔

نعت

نبی کے عشق میں زاری تو دیکھو
دلِ ناداں کی ہشیاری تو دیکھو

گنا ہوں پر بھی ہیں امت کے حامی
نبی کی ناز برداری تو دیکھو

سفیدی نام کو باقی نہیں ہے
مری فردِ سیہ کاری تو دیکھو

ازل سے ہے تمھاری زلف کا دھیان
مرے دل کی گرفتاری تو دیکھو

دکھایا خواب میں حضرت کا جلوہ
مرے طالع کی بیداری تو دیکھو

صفت لکھتا ہے روئے شاہ کی یہ
قلم کی میرے گل کاری تو دیکھو

ہوا شیدا نبی کا میں تو عاشق
نصیبوں کی مرے یاری تو دیکھو

—٥—

ماخذ:

آئینۂ حضرت حق۔
کچھ معلومات منشی علی حسین حقیر بریلوی سے فراہم ہوئیں۔

عبقری، نام محمد فاضل۔
ساکن بزریہ عنایت گنج، شہر کہنہ بریلی۔
پیدائش ۱۸۷۷ء - والد کا نام محمد کریم بخش۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔
عربی و فارسی کی لیاقت رکھتے تھے۔
۱۸۹۳ء سے فکرِ سخن کا آغاز ہوا ابتداً حکیم وہاب الدین خاں قہر بریلوی
اور ان کے انتقال کے بعد سید احمد حسن شوکت میرٹھی کے حلقۂ تلامذہ میں
داخل ہوئے۔
بریلی میں وقت بہت کم گزرا۔ فکرِ معاش میں کانپور، جبلپور، پونا اور کلکتہ
میں رہے۔
زود گو تھے مگر بیشتر کلام تلف ہو گیا۔ آپ کے صاحبزادے محمد کامل صدیقی
کامل بریلوی (متوفی ۱۹۷۴ء) نے باقی ماندہ کلام یکجا کر کے طبع کرا دیا۔ اس
مجموعے کا نام "ریاضِ عبقری" ہے اور اس کی طباعت ۱۹۳۲ء میں لقائی
پریس بدایوں میں ہوئی۔
دل میں دردِ قومی رکھتے تھے طبیعت مائل بہ اصلاح تھی اعلیٰ پایے کے
غزل گو بھی تھے۔ نعت میں اصلاحی رجحان اور زبانِ غزل کی صفائی و شگفتگی
کا خاصہ پیدا ہو گیا جو بریلی کے ماحولِ نعت گوئی میں انفرادی خصوصیت تھی
ریاضِ عبقری میں ایسی نغمیہ منظومات بھی شامل ہیں۔ ڈولی، ٹوٹی ناؤ،
سونی نجریا، ترچھی نظر، من کی چندریا، بیقرب لبیا۔ جن میں ہندی
الفاظ کی پیوندکاری کی گئی ہے۔
اپریل ۱۹۳۲ء میں فوت ہوئے۔ خاکِ جبلپور میں آسودۂ خواب
ہوئے۔

نعت

(ایک اقتباس)

روشنی مہرِ نبوت کی نہ جب آئی تھی
ظلمتِ کفر کی گھنگھور گھٹا چھائی تھی
گمرہی رہبرِ ہنگامۂ رسوائی تھی
راج تھا جھوٹے خداؤں کا خود آرائی تھی
سب تھے بگڑے ہوئے شیطاں کی بن آئی تھی
کوئی تھا ملتِ آزر کے شرر باروں میں
کوئی تھا بادۂ تثلیث کے سرشاروں میں
کوئی تھا دامِ برہمن کے گرفتاروں میں
ذاتِ واحد کے نہ تھا کوئی پرستاروں میں
ہر طرف سنگِ دربت پہ جبیں سائی تھی

جب ہوا آپ کا دنیائے حجازی میں ظہور
ذرہ ذرہ کو ملا رتبۂ صد جلوۂ طور
کیا دیہاں کدۂ دہر کو بیت المعمور
نورِ توحید سے آفاق بنا بقعۂ نور
کھل گئی سر پہ جو تاریک گھٹ چھائی تھی

جب محمد کی غلامی کا شرف حاصل تھا
تیرا ہر نقشِ قدم رہبرِ صد منزل تھا
جادہ پیمارہِ توحید میں تیرا دل تھا
سنتِ احمد مختار کا تو حامل تھا
خادمہ بن کے حکومت ترے گھر آئی تھی

عمل جوش سے کردے غلطِ جہل زبوں
اسوۂ احمد مختار سے لے درسِ سکوں
اپنی ہستی کو نہ رکھ دہر میں بیکار زبوں
پھر زمانے کو دکھا دے یہ شجیبہ قروں
گھر میں کھانے کو نہ تھا ہاتھ میں دارائی تھی

—o—

ماخذ:

"چند شعرائے بریلی" ص ۱۵۶

عبرتؔ، نام تبارک علی۔
امروہہ ضلع مراد آباد میں دسمبر ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام مبارک علی، داروغہ پولیس بدایوں۔ وہ ۱۹۲۶ء میں پنشن لے کر بریلی میں مقیم ہوئے۔
خاندان شیخ صدیقی۔ تعلیم اردو و ہندی مڈل (۱۹۲۶ء) اردو ٹریننگ (۱۹۲۷ء) ہندی ٹریننگ (۱۹۲۸ء)۔
۱۹۲۹ء میں محکمہ چنگی بریلی کے پرائمری اسکول کہاڑا پیر میں اسسٹنٹ ٹیچر کی آسامی پر ملازم ہوئے۔ مارچ ۱۹۴۲ء میں ترقی کر کے ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ ۱۰ر جنوری ۱۹۴۵ء کو ملازمت سے استعفیٰ دیکر اپنے لڑکوں کے پاس کراچی چلے گئے۔
محلہ کہاڑا پیر تھالی والان میں رہتے تھے۔ بعد کو محلہ شاہ آباد (عقب مسجد گھیر عبدالقیوم خاں) میں مقیم ہوئے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، با اخلاق، با فیض، مدبا حیا، دوست نواز و وضعدار انسان تھے۔ طبیعت میں

ضمیر وشکر کا خاصہ تھا ہر حال میں خوش رہتے، ہر شخص کے ساتھ محبت کا سلوک کرتے، میرے کرمفرما تھے۔

شاعری میں ضمیر حسن خاں دلؔ شاہجہانپوری (متوفی ۱۹۵۸ء) کے شاگرد ہوئے۔ پہلی غزل ۱۹۲۰ء میں کہی اور بدایوں کے علم پرور ماحول سے مستفید ہوئے۔ کافی لکھا، کافی پڑھا، مگر ہنوز کلام غیر مطبوعہ ہے ان کے بعض تلامذہ نے بھی شہرت حاصل کی۔ جن میں رفعت حسین کیفیؔ اور انور بیگ انورؔ چغتائی اس وقت بریلی کے صاحب طرز شعراء ہیں۔

اپنی شاعری کے متعلق فرماتے ہیں "نگارش میں جدت اور انفرادیت کے قیام کو ترجیح دیتا ہوں۔ اپنے اسکول کے تتبع کے ساتھ اپنا علیحدہ مقام بنانے کو حاصل شاعری سمجھتا ہوں۔ جدید رنگ میں کافی کہا ہے مگر اس کے نقائص سے دامن کو پاک رکھا۔ اپنی روح کو مجلّی کرنے کے لئے شعر کہتا ہوں میرا کردار، میرا پیام، میری شاعری میں نمایاں ہے۔" میں ان کے کردار، شخصیت اور شاعری کا معترف ہوں انھوں نے اپنے کلام سخن سے بریلی کے ادبی مقام کو منزلت بخشی ہے۔

نعت

محبوب کی طلب میں نظر جھومتی چلی
ہر نقش پر جھکی کبھی ٹھہری کبھی چلی
دنیا میں بات بول نشہ کونین کی چلی
دریا شرع حق کے بہاتی ہوئی چلی
قرآن کے جلو میں حدیثِ نبی چلی
انسانیت جہاں جھکی بڑھتی چلی
آئے نبیؐ جہاں میں ہوئی منطقِ حیات
شرک کے بجھے چراغ ہوا خیر کی چلی
تفسیرِ حیات ہے آقا کا ہر عمل
مومن کی زندگی بہ سلامت روی چلی
ہر گوشۂ حیات میں سرمستیٔ خیال
نعتِ رسولِ پاک کا رس گھولتی چلی
رحمت ہے دو جہاں کے لئے اسوۂ رسول
اس روشنی میں شام و سحر زندگی چلی
لطفِ خدا نبی کے کرم سے بہ شانِ خاص
تحریکِ دیں جہاں میں بہ سرعت بڑھی چلی
طیبہ کی سمت جب ہوا آمادۂ سفر
ہمراہ جذبِ شوق کوئی روشنی چلی
یہ امر طے شدہ ہے کہ عبرتؔ جہان میں
بے دیں کی چلے گی نہ پہلے کبھی چلی

— ۵ —

ماخذ:

"پیش گفتار" از قلم تبارک علی صدیقی عبرتؔ بریلوی۔ عنایت کردہ جناب انورؔ چغتائی جانشین عبرتؔ بریلوی۔
انورؔ چغتائی نے ہی بہ کمال عنایت عبرتؔ صاحب کے غیر مطبوعہ کلام کا مسودہ دکھایا جس سے ایک نعت اخذ کر کے پیش کی گئی۔

عنایت غوث، نام شیخ عنایت اللہ۔
ساکن شہر کہنہ بریلی۔
شاگرد عبدالقادر مقبول بریلوی۔
پرانے گلدستوں میں کلام نعت نظر سے گزرا۔ نعت گو کی حیثیت سے ہی مشہور ہیں۔ ان کا دورِ شاعری اس صدی کی ابتدائی دہائیوں کو محیط ہے۔

نعت

نبی کا مدح خواں ہوں نعت گوئی میرا شیوہ ہے
یہی میری عبادت ہے یہی میرا وظیفہ ہے
تمھارے رتبے کا کہنا ہی کیا بے مثل رتبا ہے
بڑے رتبے کا رتبہ ہے بڑے پایہ کا پایا ہے
گناہوں سے خجل ہوں پرسشِ محشر سے ڈرتا ہوں
مدد ہو یا رسول اللہ تمھارا ہی بھروسا ہے
پکارا رہتا ہوں میں درد و غم و رنج و مصیبت سے
ہمیشہ شاد رہتا ہوں یہ نعت گوئی کا نتیجا ہے
یہ دنیا ہو کہ عقبیٰ جس جگہ دیکھا تمھیں دیکھا
تمھاری بات اعلیٰ ہے تمھارا بول بالا ہے
تمنا ہے کہ میری جان نکلے جا کے طیبہ میں
جو طیبہ میں مروں جا کر تو یہ مرنا بھی جینا ہے
ہوا ہے شوق جب سے میرے دل کو نعت گوئی کا
عنایت غوث میرا نور سے معمور سینا ہے

—o—

ماخذ:
ماہنامہ کمال دہلی۔ فروری ۱۹۱۲ء۔

فرحاں، نام سید مہربان علی۔
والد کا نام سید بہادر علی۔ ان کا شجرہ نسب وہی ہے جو مولوی قاسم علی خواہاں کے سلسلے میں منقول ہوا۔ خواہاں صاحبزادے تھے سید ولایت علی کے اور سید ولایت علی صاحبزادے تھے میر محبوب علی کے جو سید بہادر علی کے برادر تھے۔ فرحاں کی پیدائش بریلی میں اور تربیت رامپور میں ہوئی۔ آپ ریاست رامپور کے توپ خانے میں حوالدار تھے۔ ریاست رامپور کی طرف سے آپ کو موضع جام عطا ہوا جو آجکل تحصیل بہیڑی ضلع بریلی میں ہے آپ لاولد فوت ہوئے آپ کی جائداد خواہاں کے تصرف میں گئی۔ آپ نے ابتدا میں مہر تخلص اختیار کیا، بعد کو فرحاں کے تخلص سے معروف ہوئے ان کے خاندان کے زیادہ تر افراد تخلص گنار تھے اور ان کے خاندان میں دورِ شاعری متواتر جاری رہا۔
فرحاں کو صرف نعت گوئی سے دلچسپی تھی اردو اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے ابتدا میں خواجہ آتش لکھنوی کے شاگرد ہوئے آتش کی وفات (۱۸۴۶ء) کے بعد امیر الدین آزاد بریلوی (متوفی ۱۸۶۷-۱۸۶۸ء) سے رجوع کیا۔ ان کے دو غیر مطبوعہ دواوین سید تعظیم علی نقوی کے پاس کراچی میں محفوظ ہیں کلام غیر مطبوعہ بھی فراہم نہیں ہوا۔ ایک نعت آئینۂ مغفرت میں شائع ہوئی تھی جو ہدیہ قارئین ہے۔
دیوان واعظ بریلوی میں سید مہربان علی فرحاں کو مرحوم لکھا گیا۔ یہ دیوان ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴/۱۸۸۵ء میں شائع ہوا تھا گویا ۱۸۸۴ء میں فرحاں زندہ نہیں تھے۔

نعت

بچایا نارِ دوزخ سے عنایت اس کو کہتے ہیں
خدا سے پہلے بخشایا شفاعت اس کو کہتے ہیں
ذرا وصفِ لبِ شیریں حضرت منہ سے نکلا تھا
ہیں شل شہد لب میٹھے حلاوت اس کو کہتے ہیں
اویسِ خستہ نے دی جان شوقِ وصلِ حضرت میں
اسے کہتے محویتِ محبت اس کو کہتے ہیں
خدا نے دید کی خاطر شبِ معراج بلوایا
بڑھایا رتبہ پہ رتبہ فضیلت اس کو کہتے ہیں
تولد جب ہوئے ختمِ رسل تو دونوں شانوں پر
عیاں مہرِ نبوت تھی رسالت اس کو کہتے ہیں
پھرایا دستِ اقدس جس ذبیحہ پر وہ جی اٹھا
اسے اعجاز کہتے ہیں کرامت اس کو کہتے ہیں
رہے ثابت قدم دائم رہِ الفقر فخری پہ
توکل پر قناعت کی قناعت اس کو کہتے ہیں
کہیں گے نفسی نفسی روزِ محشر انبیائے حق
نبی بخشائیں گے سب کو مروت اس کو کہتے ہیں
ہمیشہ پیروی کی حکمِ فرمانِ الٰہی کی
رہے پابند طاعت کے اطاعت اس کو کہتے ہیں
کیا رحمت اللعالمین اللہ نے ان کو
پڑھو صلو علیہ شانِ رحمت اس کو کہتے ہیں

جو کافر آئے بہرِ امتحاں تو چاند کو فوراً
کیا انگلی سے دو ٹکڑے اشارت اس کو کہتے ہیں
تمنا ہے مدینے کی زمیں رہنے کو مل جائے
بہشتیں آٹھ ہیں پر ہم تو جنت اس کو کہتے ہیں
ہیں جتنے عاشقِ حضرت وہ سن کر شعر فخری کے
کہیں گے مرحبا کے ساتھ مدحت اس کو کہتے ہیں

— o —

ماخذ:

انتخاب یادگار - امیر مینائی - ص [illegible]
آئینۂ مغفرت - ص [illegible]
وہ حالات جو فخری کے اہلِ خاندان نے بتائے۔
دیوانِ سید وحید الدین عرف محمد عبد الوحید واعظ بریلوی [illegible]

واعظ بریلوی کے دادا سید علی اور میر قاسم علی خواہاں کے والد
میر ولایت علی آپس میں برادرانِ حقیقی تھے۔

فخری: نام سید فخر الدین۔
ساکن محلہ سرائے پختہ (چھوٹا دروازہ) بریلی۔
بانکے بنوٹ اور فنِ خطاطی کے معروف استاد تھے۔
شاعری میں نواب عبد العزیز خاں عزیز بریلوی (متوفی ۱۸۹۱ء) کے شاگرد
تھے۔ عربی فارسی اردو کے عالم تھے۔ ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔
غزل و نعت گوئی میں شہرت پائی۔ فارسی میں بھی کہتے تھے۔
کلام محفوظ نہیں رہا۔ پرانے گلدستوں میں کلام مل جاتا ہے جو تبرک سے

زیادہ نہیں۔
دہلی کے معزز و معروف فرد تھے۔ ۱۹۱۹ء میں وفات پائی۔

نعت

مرے دل میں خیال روئے آنحضرت کا لپکا ہے
مراقب ہوں مجھے ہر وقت مصحف کا نظارا ہے
ڈھلا جو نور کے سانچے میں سب ان کا سراپا ہے
اسی باعث سے جسمِ پاک کا معدوم سایا ہے
خدائے پاک خود مداح ہے قرآں میں ان کا
اتاری ان کے وصفِ خاص میں لیسین و طٰہٰ ہے
جسے چاہو نبی تم نعمتِ خلدِ بریں دے دو
تمہارے پاس حق سے باغِ جنت کا اجارا ہے
مدینہ کی زمیں میں دفن ہو جا کر مرا لاشہ
خدا سے ہر گھڑی اے فخر یہ میری تمنا ہے

—٥—

ماخذ:
حالات جو آپ کے ہم محلہ جناب رضا صدیقی (متوفی ۱۹۷۸ء) سے معلوم ہوئے۔
گلدستہ کمال دہلی۔ فروری ۱۹۱۲ء۔

قبولؔ، نام شیخ مقبول حسین۔
مولوی قاسم علی خواہاںؔ کے شاگرد تھے۔
نعت گوئی کو ہی پیشہ شاعری سمجھا۔ نعت گو کی حیثیت سے مشہور تھے
حالات اور کلام فراہم نہیں ہوئے۔

نعت

پیشوا پیشِ خدا آنسو بہاتے جائیں گے
اور گنہگارانِ امت بخشواتے جائیں گے
جرمِ عصیانِ امتِ عاصی کے روزِ رستخیز
دامنِ الطاف و رحمت میں چھپاتے جائیں گے
وہ حرارت اور گرمی سوزشِ خورشید کی
پانی پانی آبِ رحمت سے بناتے جائیں گے
بیقراری آہ و زاری جب کہ ہوگی حشر میں
عقدۂ مشکل عاصیوں کے حل کراتے جائیں گے
روزِ محشر بخشوا کر وہ خدائے پاک سے
عاصیوں کو داخلِ جنت کراتے جائیں گے
جان باقی جسم میں ہے اس جہاں میں جب تلک
مومنوں کو وصفِ احمدؐ ہم سناتے جائیں گے
روزِ محشر اس نبی کو پائیں گے جب ہم قبولؔ
اپنا سر پائے مبارک پر جھکاتے جائیں گے

—٥—

ماخذ: آئینۂ مغفرت - حق

لطف، نام لطف علی خاں۔

والد کا نام حسن علی خاں جو بڑے زمیندار تھے۔ ساکن محلہ کنگوان بریلی۔ باعمل اور صوفی منش بزرگ تھے تمام عمر صرف نعت گوئی نعتیہ شاعری دو دواوین پر مشتمل تھی ایک دیوان ضائع ہو گیا۔ ایک دیوان جو محفوظ رہا مطبع آئینۂ سکندر میں ۱۲۷۰ ہجری/۱۸۵۳ عیسوی کو شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء کو اور تیسرا ایڈیشن ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء کو شائع ہوا۔ اس دیوان میں نعتیہ غزلیات، ایک مخمس، ایک مسدس اور ایک تضمین ہے۔

شاعری میں بریلی کے مشہور نعت گو سید احسان علی احسن کے شاگرد تھے لطف کو شمالی ہند کے مشاہیر نعت گویان میں شمار کیا جاتا ہے۔ مؤلف شعر الہند (جلد دوم) نے نعتیہ شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے ان کا تذکرہ کرامت علی خاں شہیدی اور مولوی غلام امام شہید کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے باوصف کہ بریلی کے شعرا پر لکھنوی طرز شاعری کے اثرات پڑنا شروع ہو گئے تھے۔ لطف ان اثرات سے محفوظ رہے انھوں نے سادہ سلیس اور بامحاورہ زبان میں ساتھ کے مضامین نعت نظم کیے۔ جو دراصل ان کی ازلی لقا سے عبارت ہیں۔

جہاں تک نعتیہ شاعری کا تعلق ہے لطف علی خاں لطف کو بریلی کی نعتیہ شاعری کا بابا آدم کہا جاتا ہے۔ ان کا انتقال سنہ ۱۸۷۹ء میں ہوا۔

نعت

کوئی نہیں تمہارا ہمسر مرے پیمبرؐ
لاریب تم ہو سب سے برتر مرے پیمبرؐ

ہوں برق سے فزوں تر مضطر مرے پیمبرؐ
شعلے بھڑک رہے ہیں دل پر مرے پیمبرؐ

اب تو بلا لو اپنے در پر مرے پیمبرؐ
کب تک پھرا کروں میں دردر مرے پیمبرؐ

ورد زباں یہی ہے اکثر مرے پیمبرؐ
قرباں ہوں جان و دل سے تم پر مرے پیمبرؐ

ملک عرب میں حضرت ہندوستاں میں بندہ
چین آئے میرے دل کو کیونکر مرے پیمبرؐ

ابر کرم کو اپنے فرمایئے اشارہ
دھو ڈالو سب گنہ کے دفتر مرے پیمبرؐ

آوارہ کو بکو ہے رہبر کی جستجو ہے
لو اب بلا لو اپنے در پر مرے پیمبرؐ

ہر دم یہ آرزو ہے ہر دم یہ التجا ہے
بھولوں نہ یاد تیری دم بھر مرے پیمبرؐ

دشوار تھا پہنچنا جنت میں تھا نہ آساں
اے لطف گر نہ ہوتے رہبر مرے پیمبرؐ

—ہ—

ماخذ:

حالات مولوی لیاقت علی خاں ساکن محلہ قلعہ بریلی (متوفی ۱۹۷۵ء) سے معلوم ہوئے۔ لطف علی خاں آپ کے پھوپا تھے دیوان لطف راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے ایک نعت آئینۂ مغفرت میں بھی شائع ہوئی تھی۔ (حل)

لبیقؔ ، نام شیخ امیر اللہ۔
شاگرد سید مہربان علی فرحاںؔ بریلوی۔
حالات اور کلام فراہم نہیں ہوئے۔
صاحبِ دیوانِ نعت تھے۔ ان کے نعتیہ دیوان کی اشاعت کے موقع پر مولانا حسنؔ بریلوی نے تاریخی قطعہ لکھا اور "نعت کا جوشن ہے زیبا" (۱۳۱۰ ہجری/۹۳-۱۸۹۲ء) سے تاریخ برآمد کی۔
آئینۂ مغفرت میں دو نعتیں طبع ہوئیں۔ عام روش سے ہٹ کر کچھ جدت کچھ ندرت کا احساس ہوتا ہے ممکن ہے دبستان لکھنؤ سے متاثر ہوئے ہوں۔ آئینۂ مغفرت کے مرتب نے انھیں "شاعرِ مضامینِ دقیق" لکھا ہے
اپنے عہد کے معروف نعت گو تھے۔

نعت

نورِ احمد سے جو پھیلی آسماں پر چاندنی
ہو گئی خود ماہ کی غیرت سے کمتر چاندنی
ماہ کی معلوم ہو کیا مجھ کو بہتر چاندنی
ہے رخِ پاکِ حبیبِ حق کی بڑھکر چاندنی
روشنی مصطفیٰ سے ہو گئی ایسی خجل
منہ چھپا کر رہ گئی نکلی نہ باہر چاندنی
سب ملک کہتے تھے آیا کون ہے بدرالدجیٰ
جو تصدق ہونے کو کھاتی ہے چکر چاندنی
شب کو جو نکلے نبی تو پائے بوسی کے لئے
بچھ گئی قدموں کے نیچے فرش بن کر چاندنی

چند روزہ ہو گئی تھی ماہ کنعاں کی چمک
مصطفیٰ کے نور کی اب تک ہے گھر گھر چاندنی
کیا حقیقت ہے قمر کی جب نکلتے تھے جناب
ہر گلی کوچے میں کھلتی تھی برابر چاندنی
واہ وا کیا نور ہے کیا نور ہے صلِ علیٰ
سامنے روئے نبی کے ہے مکدر چاندنی
بعدِ مردن کلمۂ طیب کی برکت سے لبیقؔ
ہے یقیں ہوگی ترے مرقد کے اندر چاندنی

—٥—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص ۱۲
ثمرِ فصاحت ص ۱۸۶

محسنؔ ، نام سید محسن علی۔
شاگرد میر محمد حسین فرحتؔ پسر میر غلام علی عشرتؔ بریلوی (المتوفی ۱۸۲۱ء) و نواب عبدالعزیز خاں عزیزؔ بریلوی (متوفی ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء)۔
آئینۂ مغفرت میں ان کو "پیرو مضامین باطن" لکھا گیا ہے۔
حالات و کلام بہ دست نہیں ہوئے۔

نعت

صفت لکھنے کو نورِ مصطفیٰ کی۔
زباں لاؤں کہاں سے میں خدا کی

غش آیا طور پہ موسیٰ کو جس سے
تجلی تھی وہ نورِ مصطفیٰ کی
کوئی اس بھید کو پہنچا نہ پہنچے
محمدؐ رمز ہے ذاتِ خدا کی
جھلکتی ہے فلک پر چشمِ خورشید
عجب ضو ہے کسی کے نقشِ پا کی
بڑھا یہ انتظارِ وصلِ احمدؐ
گھٹا کی عمر جدائی بڑھا کی
ہوا خود صانعِ قدرت بھی مداحؔ
بنا کر شکل میرے دلربا کی
قضا گر ہجر میں آئے گی محسن
تو بسم اللہ جو مرضی خدا کی

—o—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص۸

مداحؔ، نام محمد میاں۔
آئینۂ مغفرت میں انھیں "بندۂ ایزد فتاح نواب محمد میاں" لکھا گیا۔
شاگرد تھے سید مہربان علی فرحاںؔ بریلوی کے۔
مفصل حالات و کلام فراہم نہیں ہوئے۔

نعت

انبیا دھوم مچاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
قدسیاں مژدہ سناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
دیکھ کر رخش کی سواری کو ملائک باہم
یوں اشاروں سے بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
آمد آمد کی خبر سن کے صبیانِ فلک
شرم سے منہ کو چھپاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
کہیں حوروں کے ہیں پرے اور کہیں غلماں کے ہجوم
راہ میں پلکیں بچھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
مسرور ہے یار، تو رضواں بھی آج کی شب
کیا جنت کو سجاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
ہے جو زواروں کی کثرت تو فلک پہ جبریل
بھیڑ رستے سے ہٹاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
آج مشتاقوں کا حضرت کے ہے مداحؔ یہ حال
گل سے پھولے نہ سماتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

—o—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص۱۲۔

مسرورؔ، نام شمس الدین خاں۔
پنجاب ٹولہ شہر کہنہ میں مکان تھا۔

بہ چون کی دو کان تھی۔
مرزا رستم یار بیگ تیقیر کے شاگرد تھے۔
نصف صدی قبل بریلی کے معروف نعت گویان میں شمار کیے جاتے تھے۔

نعت

جو صدقِ دل سے نبیؐ پر نثار ہو جاتا
تو خاص بندۂ پروردگار ہو جاتا
مچلتا پھرتا میں قدموں پہ لوٹتا پھرتا
مرے حضور کا مجھ پر جو پیار ہو جاتا
رگڑتا اپنی جبیں روضۂ مقدس سے
مدینہ میں جو کسی دن گذار ہو جاتا
جھلک جو پڑتی رخِ یار کی تجلی کی
ہمارے سینہ میں دل بے قرار ہو جاتا
بلاتے ہند سے مسرور کو اگر سرکارؐ
نثارِ روضہ یہ خاکسار ہو جاتا

—٥—

ماخذ:
گلدستۂ شکوۂ یار بجنور۔ مئی سنہ ۱۹۱۰ء
حالات علی حسین ضمیر بریلوی مرحوم سے معلوم ہوئے۔

منتقم، نام سید انتقام الحسین۔
پیدائش سنہ ۱۹۱۸ء۔
آباؤ اجداد بعہد ہمایوں ایران سے ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ ان کے مورثِ اعلیٰ جناب سید فیض اللہ بعہد ہمایوں قصبہ سینتھل (تحصیل نواب گنج ضلع بریلی) کے حاکم تھے۔
ابتدائی تعلیم بریلی میں حاصل کی۔ وکالت کا امتحان علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے سنہ ۱۹۴۷ء میں پاس کیا اس کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے اردو کا امتحان پاس کیا۔ دونوں امتحانوں میں فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔
سنہ ۱۹۴۷ء سے عدالت جج بریلی میں وکالت شروع کی جو ہنوز جاری ہے محلہ قلعہ نزد جامع مسجد بریلی مکان ہے۔
بڑے بھائی سید اظہار الحسین قمر تلمیذ سید نفیس علی سحر کے زیر اثر شاعری کا آغاز ہوا۔ بعد کو حیدر دہلوی اور نجم آفندی سے اصلاح و صول کی۔
ہر صنفِ سخن میں شعر کہتے ہیں۔ پڑھے لکھے شاعر ہیں اہل علم کے مشاعروں میں شریک ہوتے ہیں ہر سال عید الفطر کے موقع پر اپنے موروثی مکان واقع سینتھل میں مشاعرہ کراتے ہیں، بامروت، خلیق، اور وضعدار انسان ہیں۔
کلام میں قدرے خامی ہے۔

نعت

غمِ دل کی محمد مصطفیٰؐ تک بات جا پہنچی
سنبھل اے گردشِ دوراں خدا تک بات جا پہنچی
ہوئی تھی قبر میں کچھ گفتگو میری فرشتوں سے
یہ سنتا ہوں محمد مصطفیٰؐ تک بات جا پہنچی

میرے آقا خبر لیجے گرفتارِ مصائب کی
گذر کر ابتدا سے انتہا تک بات جا پہنچی
کوئی کہہ دے یہ میری مشکلوں سے اب گذر جائیں
نتیجہ کیا اگر مشکل کشا تک بات جا پہنچی
زبانِ منتقم خاموش تھی اس غم کی دنیا میں
مگر دل کی تڑپ سے مصطفےٰ تک بات جا پہنچی

— ٥ —

ماخذ:

اپنے حالات و کلام سید انتقام الحسین نے عطا فرمائے۔

مستؔ: نام دیوی پرشاد۔
والد کا نام پنڈت بابو رام۔ قوم برہمن گوڑ۔ ساکن محلہ ساہوکارہ بریلی۔
تاریخ پیدائش ۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۳ء ۔ تعلیم ایف اے تک۔
شاعری کا شوق سن ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوا۔ کشن لال ثاقب بریلوی (متوفی سنہ ۱۹۸۰ء)
کے شاگرد ہوئے۔
"گلہائے عقیدت" کے نام سے نعتیہ کلام کا مجموعہ سنہ ۱۹۷۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔
کلام صاف ستھرا اور بے عیب ہے۔
مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ ہر مشاعرے میں خواہ وہ نعت کا ہو یا منقبت کا
یا محض غزل کا۔ ان کی آؤ بھگت ہوتی تھی۔
میرے کرمفرما تھے۔
اگست ۱۹۸۵ء میں بعارضہ سرطان انتقال کیا۔

نعت

زبانِ خلق پر ہے ہر نفس چرچا محمدؐ کا
خدا ہی جانتا ہے مرتبہ ہے کیا محمدؐ کا
خدا سے پھر گیا جو پھر گیا ان کی محبت سے
خدا کا ہو گیا جو ہو گیا بندہ محمدؐ کا
حرم ہو دیر یا ہو کلیسا کوئی منزل ہو
ہر اک منزل سے مل سکتا ہے دروازہ محمدؐ کا
یہی منشائے قدرت ہے یہی ایماں ہمارا ہے
خدا کے بعد ہے سب سے بڑا درجہ محمدؐ کا
مرادیں دل کی ملتی ہیں جہاں رحمت برستی ہے
خدا کے فضل سے ہے وہ درِ والا محمدؐ کا
نوازا اپنی رحمت سے ہمیشہ اہلِ حاجت کو
خلوصِ خاص سے لبریز ہے سینہ محمدؐ کا
نظر آیا ہے طوفانِ حوادث دامنِ ساحل
زباں پر نامِ نامی جس گھڑی آیا محمدؐ کا
اگر ہو دیدۂ دل پر ضیا تو پھر نظر آئے
زمیں سے آسماں تک جلوہ ہی جلوہ محمدؐ کا
جہاں کا جو بھی جلوہ ہے وہ ہے افسانۂ جلوہ
حقیقت در حقیقت مستؔ ہے جلوہ محمدؐ کا

— ٥ —

ماخذ:

حالاتِ مصنف بریلوی نے اپنے قلم سے لکھ کر عطا کیے۔ ساتھ ہی
گلہائے عقیدت کا ایک نسخہ بھی مرحمت کیا۔
یہ نعت گلہائے عقیدت سے اخذ کی گئی ہے۔

نعیمؔ، نام مرزا ابراہیم بیگ۔
شاگرد نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء)
آئینۂ مغفرت کے مرتب نے انھیں "مرد فہیم" لکھا ہے۔
مفصل حالات و کلام دستیاب نہیں ہوئے۔

نعت

مومنو کچھ غم نہیں محشر کا امت کے لئے
نام احمد حرزِ جاں ہے ہر مصیبت کے لئے
چار یار باصفا ہیں گر نہ ہوتی ہوئے شہ
منتخب ہوتے نہ وہ ہرگز خلافت کے لئے
دیکھنا کیا شور ہوگا عاصیوں میں اس گھڑی
تخت پر بیٹھے گا جب خالق عدالت کیلئے
اس کو کچھ اصلا نہیں غم روزِ محشر کا ذرا
ہوں جنابِ مصطفیٰ جس کی حمایت کیلئے
رحمت اللعالمین اللہ نے تم کو کیا
تم ہو رحمت کے لئے رحمت ہے امت کیلئے

مومنو کیا خوف ہے تم کو عذابِ قبر کا
نام احمد پاس رکھتے ہو حفاظت کے لیے
نارِ دوزخ کا نہیں کچھ خوف مجھ کو اے نعیمؔ
حبِ زلفِ شاہ کافی ہے شفاعت کیلئے

—٥—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت۔ ص ۳۳

ناجیؔ، نام سید سلطان احمد۔
شاگرد حضور احمد خاں اکرمؔ بریلوی (متوفی ۱۹۰۵ء)
آئینۂ مغفرت میں ان کو "شیفتۂ نعت" لکھا گیا ہے۔
مفصل حالات فراہم نہیں ہوئے۔

نعت

جو ان کا حق تعالیٰ مدح خواں ہے
کسوں میں نعت کیا تاب و تواں ہے
طوافِ روضۂ حضرت ہے دن رات
نہیں بیکار دورِ آسماں ہے
جو اصحابِ پیمبر سے ہے منکر
عدوئے مصطفےٰ وہ بے گماں ہے
کیا ہے مجھ کو امت میں نبی کی
خدا ہم پر ہمارا مہرباں ہے

رسولوں کو نہ کیوں ہو فخر اوس سے
وہ محبوب خدا فخر زماں ہے
مدینے میں بلا لو اے شہ دیں
تمھارے ہجر میں یہ نیم جاں ہے
بھلا ناطق کروں کیا وصف اون کا
کہ جن کا ربِّ عالم مدح خواں ہے

— ٥ —

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ۔ ص ۴۲

ناطق، نام علی حسین خاں۔
شاگرد سید ہدایت علی ہدایت بریلوی برادر سید مہربان علی فرحاں۔
آئینۂ مغفرت میں انھیں "عاشق صادق" تحریر کیا گیا۔
مفصل حالات و کلام دستیاب نہیں ہوئے۔

نعت

کوئی گلزار نہ گلشن نہ گلستاں دیکھا
جیسا گلزارِ مدینہ کا بیاباں دیکھا
جب سے نظروں میں بسی روضۂ حضرت کی بہار
آنکھ اٹھا کر نہ روئے روضۂ رضواں دیکھا

آگیا ارض و سما بہ سایہ ہیں جس کے یکسر
دونو عالم سے فراخ آپ کا داماں دیکھا
عشق میں گیسوئے حضرت کے کسی نے مجھ
بے سر و پا نہ کوئی بے سر و ساماں دیکھا
کیا تجلی رخِ روشن کی ہے اللہ اللہ
رو برو جس کے مہ و مہر کو حیراں دیکھا
حق تو یہ ہے کہ نبی خضرِ رہِ عرفاں ہیں
خلق نے اون کے سبب جلوۂ یزداں دیکھا
مرمٹا فرقتِ محبوب خدا میں ناطق
جز قدم بوس نہ اس درد کا درماں دیکھا

— ٥ —

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ۔ ص ۲۵

ناصر، نام ناصر الدین احمد۔
والد کا نام حضرت خواجہ طفیل علی۔ سلسلۂ طریقت چشتیہ صابریہ۔ مولد
قصبہ منیہاران ضلع سہارن پور۔
پیدائش ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء۔ نسب سیدنا ابو ایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔
بریلی میں مرزا غلام حیدر بیگ (موٹے مرزا) شیخ خلیل الدین شاہ والے اور
آنولہ کے حکیم خاندان نے آپ کی خدمت کی۔ آپ کے مرید خاص جناب حاجی
محمد لطیف (پدر محمد یحییٰ تنویر شمسی) نے تو ایسی خدمت کی کہ بادشاہ بیدار [illegible]
[illegible] زمانوں میں آپ کی تصنیفات اور بیاض اپنی، جو سینہ بسینہ منتقل ہوگی

محفوظ ہیں۔

آپ بلند پایہ صوفی و شاعر اور کثیر التصانیف بزرگ تھے آپ کی تصنیفات کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ التنقیح الاوفی فی اصلاح تحقیق الحق ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء ۲۔ موج کوثر ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء، ۳۔ لمعۂ برق جلال ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء ۴۔ ترانۂ ناصر ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء، ۵۔ خزینۂ رحمت ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء۔ ۶۔ فردوس شہادت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء، ۷۔ مناقب صابر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء ۸۔ نغمۂ عشق ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء، ۹۔ فغان ناصر ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء، ۱۰۔ مباحثہ رائے پور دربارہ مولود ۱۱۔ شجرہ طیبہ ۱۲۔ مثنوی پیکر حسن و نظر ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء ۱۳۔ مباحثہ اعظم گڑھ منظوم ۱۴۔ چمنستان نعت ۱۵۔ دیوان نغمہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء ۱۶۔ طنطنۂ صولت ۱۷۔ مجموعہ مکتوبات ناصر فارسی غیر مطبوعہ ۱۸۔ کلام معشوق چشتی یعنی دیوان فارسی غیر مطبوعہ ۱۹۔ مسدس ناصری اردو غیر مطبوعہ ۲۰۔ تنبیہ وہابیہ غیر مطبوعہ ۲۱۔ کلیات اردو غیر مطبوعہ ۲۲۔ کلیات فارسی غیر مطبوعہ۔

کتابوں کی اس فہرست سے ناصرؒ کی ادبی عظمت کا بخوبی اندازہ ہو جائیگا ان کی نعتیہ شاعری میں واردات قلب اور کوثر میں ڈھلی ہوئی زبان کی چاشنی ہے۔ وہ بلاشبہ افضل و اعلیٰ نعت گو تھے ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ عیسوی میں اصل بحق ہوئے۔ ان کے عزیز دوست مولوی احمد رضا خاںؒ نے جسد کو قبر میں اتارا۔ [illegible] محلہ بریلی میں مدفون ہوئے۔ مقبرہ مرجع خلائق ہے۔ ہر سال رمضان میں عرس ہوتا ہے۔

نعت

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک در رسولؐ کا سرمہ لگائیں ہم

جالی پکڑ کے روضۂ گردوں جناب کی
سب حال دل رسول خدا کو سنائیں ہم
آنکھیں ملیں کبھی در اقدس پہ اور کبھی
آنکھوں سے اپنی خوں کے دریا بہائیں ہم
سجدہ کریں ہم آپ کی محراب کی جگہ
قدموں کی جا پہ لخت جگر کو بہائیں ہم
احوال دل کہیں کبھی حجرے کے سامنے
منبر کے سامنے کبھی غوغا مچائیں ہم
لبیک کو زباں پہ کبھی لائیں شوق سے
صلی علیٰ کا غُل کبھی رو کر مچائیں ہم
تم دیکھو یا نہ دیکھو مگر مثل شمع بزم
جل جل کے جاں کو خاک میں اپنی ملائیں ہم
سوز غم رسولؐ کے وہ دل جلے ہیں ہم
اے آہ آتشیں سے سقر کو جلائیں ہم

— ٥ —

ماخذ:

راقم الحروف کا مضمون "مولوی ناصر الدین احمد ناصرؒ" مطبوعہ ماہنامہ آستانہ زکریا ملتان اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

نوریؔ، نام مصطفیٰ رضا خاں۔
والد کا نام مولوی احمد رضا خاں رضاؔ بریلوی۔
پیدائش بروایت مولوی حسنین رضا خاں مرحوم سنہ ۱۸۹۲ء ساکن محلہ

سوداگران بریلی۔ صاحب زہد و تقویٰ، نمونۂ خدمت خلق، حامل شریعت، حامیِ اہلسنّت والجماعت، واقف اسرار طریقت، مرید و خلیفہ شاہ ابوالحسین عرف نوری میاں مارہروی (متوفی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) آپ علم و فضل اور خدا کی دیگر نعمتوں سے متصف ہونے کے ساتھ اعلیٰ پایہ کے نعت گو بھی تھے آپ کے خاندان نے اردو نعت گوئی کا اعلیٰ معیار قائم کیا ہے آپ کے والد جناب مولوی احمد رضا خاںؒ رضاؔ بریلوی اور آپ کے چچا جناب حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی کا شمار دو گے بلند پایہ نعت گویان میں ہوتا ہے آپ کا نعتیہ کلام حلقۂ اہلسنّت والجماعت کے جرائد میں شائع ہوا اور تھوڑا نعتیہ کلام "قبالۂ جنت" (۱۹۱۱ء) میں طبع ہوا ہے آپ کے تمام نعتیہ کلام کی تدوین کی ضرورت ہے۔

میرے دادا سید احمد حسن شاہ (متوفی ۱۹۴۴ء) کے پیر بھائی تھے میرے دادا کے برادر کلاں سید محمد حسن شاہ (متوفی ۱۹۰۷ء) کو اپنا بزرگ جانتے تھے کیونکہ ان کا تعلق قلبی مولوی احمد رضا خاں صاحب سے تھا میرے نانا سید ابوالحسین رضوی (متوفی ۱۹۷۱ء) کی بہت تکریم کرتے تھے اہل سوداگران نے سادات کی جو توقیر کی وہ دوسروں کیلئے ایک مثال ہے آپ کا وصال ۱۳۲۲ھ میں ہوا۔ نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی بریلی کی تاریخ میں ایسا منظر کسی بھی موقع پر دیکھنے میں نہیں آیا۔

نعت

تو شمع نبوت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہِ رسالت ہے اے جلوۂ جانانہ
جو ساقیِ کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے
ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ
دل اپنے چمک اٹھے ایمان کی طلعت سے
کر آنکھیں بھی نورانی اے جلوۂ جانانہ

سرشار مجھے کر دے اک جام لبالب سے
تا حشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ
مستی ہے الفت ہے مدہوش محبت ہے
فرزانہ ہے دیوانہ دیوانہ ہے فرزانہ
میں شاہ نشیں ٹوٹے دل کو نہ کہوں کیسے
ہے ٹوٹا ہوا دل ہی سرکار کا کاشانہ
کیوں زلفِ معنبر سے کوچے نہ مہک اٹھیں
ہے پنجۂ قدرت جب زلفوں کا تری شانہ
اس در کی حضوری ہی عصیاں کی دوا ٹھہری
ہے زہرِ معاصی کا طیبہ ہی شفا خانہ
ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری
بلبل ہے ترا بلبل پروانہ ہے پروانہ
سنگِ درِ جاناں ہے ٹھوکر نہ لگے اس کو
بے ہوش سنبھل جا اب تو اے لغزشِ مستانہ
آباد اسے فرما ویراں ہے دلِ نوری
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

—٥—

ماخذ:

قبالۂ جنت ص ۹ تا ص ۲۳
فاضل بریلوی ص ۸۴
نعت مولوی تحسین رضا خاں تحسینؔ بریلوی بن مولوی حسنین رضا خاں بن مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی بن مولانا نقی علی خاں نے فراہم کی۔

وامق: نام سید محمد فدا علی۔
ساکن گھیر شیخ محمد خاں، شہامت گنج، شہر کہنہ بریلی۔
سلسلہ قادریہ رزاقیہ چشتیہ نظامیہ میں اشرفی میاںؒ (سید محمد علی حسین کچھوچھویؒ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ میونسپل بورڈ بریلی میں ملازم تھے۔ عمر ترکِ لذات اور مشاغل باطنی میں صرف کی۔ شاعری کا ذوق تھا۔ مولانا حسن بریلوی کے شاگرد ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد منشی ہدایت یار خاں قیس مہولوی کے شاگرد ہوئے۔ آپ نے غزل، نعت اور منقبت کی شکل میں کافی سرمایہ شاعری چھوڑا۔ آپ کے صاحبزادے سید ظل علی نشاط کے پاس آپ کا غیر مطبوعہ دیوان "توصیف سرکار عبرت" (۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء) اور دیگر بیاضیں محفوظ ہیں۔ ان کے کلام پر حسن بریلوی کے اثراتِ شاعری واضح طور پر نمایاں ہیں۔

روانی و صفائی، خیال و مضمون کی غیر ژولیدگی اور شیفتگی و والہانہ پن آپ کی نعت کی خصوصیات ہیں۔
انتقال ۱۹۲۶ء میں ہوا۔ اپنے آبائی مکان میں مدفون ہوئے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

نعت

جلوہ کسی کے حسن کا ہر دم نظر میں ہو
اور میٹھا میٹھا دردِ محبت جگر میں ہو
جوشِ جنوں ہو وحشت ہو جامہ دری ہو اور
سودا کسی کی زلفِ معنبر کا سر میں ہو

تشبیہ اُن کے پاؤں کے تلووں سے دوں اگر
سورج میں بے کلف ہو وہ دھبہ قمر میں ہو
حق بیں نگاہیں کہتی ہیں واللہ کچھ اور
ظاہر میں یوں ہزار وہ شکلِ بشر میں ہو
اسرارِ عشقِ حق کے اُسی پر ہوں منکشف
جو محوِ یادِ حضرتِ خیر البشر میں ہو
بندہ بنائے ایسے شہنشاہ کا خدا
جس کا کہ حکم جاری ہر اک بحر و بر میں ہو
وہ جو نگاہِ لطف سے بسمل کو دیکھ لیں
دل میں نہ ٹیس ہو نہ چمک پھر جگر میں ہو
آنکھوں میں اشک سوکھی زباں اس سے التجا
جس کا کہ نقش بیٹھا ہوا خشک و تر میں ہو
ممکن نہیں کہ آرزو باقی رہے کوئی
پردیس میں ہو مانگنے والا کہ گھر میں ہو
قصدِ وطن کا کبھی جو درپیش ہو سفر
افسوس کچھ نہ توشہ ہماری کمر میں ہو
وامق تو دل تو تھام کے رہ جائے ہند میں
اللہ اور جان عرب کے سفر میں ہو

—o—

ماخذ:
حالات و کلام سید ظل علی نشاط (متوفی ۱۹۷۹ء) نے فراہم کیے تھے۔

وحشی، نام غلام قادر خاں۔
شاگردِ شیخ علی بخش بیمار (متوفی ۱۸۵۶ء)
مفصل حالات بدست نہیں ہوئے۔

نعت

یا نبی خواب سے جاگو شبِ معراج ہے آج
دونوں عالم کا تمھیں حق نے دیا راج ہے آج
درِ دولت پہ سواری کو یہ حاضر ہے براق
اور ملائک کی جلو کے لئے افواج ہے آج
دیکھیں شوکت جو سواری کی تو لہلہٗ قطے فلک
واہ کیا شان تری شان سے اخراج ہے آج
منتظر ساتوں فلک پہ ہیں کھڑے حور و ملک
دولتِ دید کا ہر اک تری محتاج ہے آج
تیری نعلین کا وہ رتبہ ہے اعلیٰ جس سے
عرش کے فرش کو حاصل شرفِ تاج ہے آج
بادشاہ دونوں جہاں کا تمھیں خالق نے کیا
سر پر امت کی شفاعت کا تری تاج ہے آج
کل قیامت کو بدرگاہ خدا اے وحشی
یوں کہوں گا کہ ترے ہاتھ میری لاج ہے آج

—o—

ماخذ:
آئینۂ مغفرت ص ۱۵۔

ہدایت، نام سید ہدایت علی۔
والد کا نام سید بہادر علی۔ برادر حقیقی سید مہربان علی فرحاں۔ انیسویں صدی کے معروف نعت گو ہیں۔ دیوان سید وحید الدین عرف محمد عبدالوحید واعظ بریلوی مرتبہ ۱۳۰۲ھ کے پیش لفظ میں ہدایت کے متعلق یہ تحریر ملتی ہے۔

"جناب سید ہدایت علی صاحب مرحوم متخلص بہ ہدایت کہ آپ کی طبیعت حمد و نعت کی طرف بہت راغب تھی۔ اور اکثر غزلیں نعتیہ ان کی مشہور ہیں اور ایک دیوان نعت ان کا طبع بھی ہو چکا ہے اور بہت سا کلام غیر مطبوعہ بھی ان کا موجود ہے . . . ."

ان کا مطبوعہ دیوان نعت بدست نہیں ہوا "آئینۂ مغفرت" میں جو نعت شائع ہوئی تھی وہ ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے "آئینۂ مغفرت" کے مرتب نے انھیں بہ عنوان نعت "عاشق ختم رسالت" لکھا ہے۔ واعظ بریلوی کے دیوان کے پیش لفظ اور "آئینۂ مغفرت" میں مطبوعہ نعت کو دیکھنے سے ان کی دینداری اور شوق و ذوقِ نعت گوئی کا اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوتی۔

دیوان واعظ بریلوی کے پیش لفظ کے مطابق وہ ۱۳۰۲ ہجری میں مرحوم ہو چکے تھے گویا وہ ۱۸۸۴ء سے پہلے وفات پا چکے تھے۔

نعت

سینۂ پاک میں پنہاں ہے ضیائے اللہ
دل پُر نور میں لاریب ہے جائے اللہ

دست و پا و دہن و چشم و زباں گردن و گوش
ایک ایک عضو ہے بے مشل عطائے اللہ
ہر گھڑی آٹھ پہر شام و سحر لیل و نہار
کون اپنا ہے مددگار سوائے اللہ
ہم کو انساں بھی کیا امت احمد بھی کیا
شکر صد شکر عجائب ہے عطائے اللہ
باغ فردوس میں آرام سے بیٹھیں گے مدام
جو کہ تکلیف اٹھاتے ہیں برائے اللہ
جن کو اسرار ہو الظاہر و باطن ہیں کھلے
اور کچھ کام نہیں ان کو سوائے اللہ
ہے وہی دل میں زباں میں وہی آنکھوں میں وہی
کان میں آتی ہے ہر وقت صدائے اللہ
جو کہ عاشق ہو وہ معشوق کا رتبہ جانے
قدرداں کون ہے حضرت کا سوائے اللہ
جب تلک سوتے رہے خواب میں دیکھا سب کچھ
جب کھلی آنکھ نظر آئی ضیائے اللہ
آتش عشق نبی سے ہے اگر سوز و گداز
آب و گل میں مرے مخمر ہے ہوائے اللہ
اپنے محبوب کی تصویر بنائی کیا خوب
جملہ تعریف ہے باللہ سزائے اللہ
جب کہ پیغمبر عالم نے کہا لا احصی
غیر ممکن ہے بدایت سے ثنائے اللہ

—٥—

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ص۳ ۔

دیوان واعظ بریلوی مرتبہ ۱۳۰۲ ہجری مملوکہ سید تعظیم علی نقوی کراچی ۔

ہادی، نام محمد ہادی حسین خاں ۔

بن محمد حسین خاں بن ہادی یار خاں بن ذوالفقار خاں بن نواب حافظ رحمت خاں ۔

مرزا عباس (متوفی ۱۸۵۸ء) کے شاگرد تھے ۔

آئینۂ مغفرت میں ایک نعت چھپی ہے مرتب گلدستہ ہذا نے ان کو "شاعر خوش بیان" تحریر کیا ہے ۔

نعت

نہیں مخلوق میں ہمسر تمھارا یا رسول اللہ
کوئی تم سا ہوا ہے اور نہ ہوگا یا رسول اللہ
تمھیں ہو گے مرے مولا و آقا یا رسول اللہ
تمھارا ہی میں رکھتا ہوں بھروسا یا رسول اللہ
شفیع المذنبیں شاہ امم فخر نبی آدم
تمھیں رتبہ دیا خالق نے کیا کیا یا رسول اللہ
حرام اس پر کیا اللہ نے نار جہنم کو
تمھیں اک بار جس مومن نے دیکھا یا رسول اللہ

زمین و آسماں شمس و قمر جن و ملک آدم
بڑا ہے مرتبہ سب سے تمہارا یا رسول اللہ
ادھر اندیشۂ عقبیٰ ادھر فکر معیشت ہے
مجھے کس کس مصیبت نے ہے گھیرا یا رسول اللہ
بچاؤ گے تمہیں کشتی مری باد حوادث سے
تمہیں بیڑا کرو گے پار بیڑا یا رسول اللہ
خدا راضی ہے تم سے تم خدا سے اپنے راضی ہو
ہو تم مداح اس کے وہ تمہارا یا رسول اللہ
قدم بوسی کسی صورت سے حضرت کی میسر ہو
یہی ہوشؔ کی رہتی ہے تمنا یا رسول اللہ

— ٥ —

ماخذ:

آئینۂ مغفرت ص ۲۲۔
حیات حافظ رحمت خاں ص ۳۳۵۔

ہوشؔ، نام نیاز احمد خاں۔
بن نیاز محمد خاں بن یار محمد خاں بن محمد یار خاں بن نواب حافظ رحمت خاں۔
فارسی کی تحصیل امیر الدین آزاد بریلوی سے کی۔ کتب درسیہ مختلف علماء
سے پڑھیں۔ فن طب حکیم مولوی محمد ابراہیم لکھنوی سے حاصل کیا۔
شاعری میں ابتداً حکیم محمد محسن علی خاں جوشؔ بریلوی اور امیر الدین آزاد
بریلوی کے شاگرد ہوئے۔ بعد کو منشی مظفر علی اسیرؔ لکھنوی کے شاگرد ہوئے۔
۱۸۵۷ء کے پرآشوب دور سے متاثر ہو کر سفر اختیار کیا لکھنؤ میں قیام

کیا۔ حیدرآباد دکن بھی پہنچے۔
صاحب تصنیف تھے۔ مطبوعہ کتابوں کے نام یہ ہیں۔
۱۔ تاریخ روہیلکھنڈ ۲۔ مثنوی ترانۂ ہوشؔ ۳۔ حدیقۂ نعت۔
۴۔ کلیات ہوشؔ۔ غیر مطبوعہ کتابوں کے نام یہ ہیں۔
۱۔ شہادت نامہ بے نظیر۔ ۲۔ فسانۂ عزائب ۳۔ واسوخت ہوشؔ۔
کلیات ہوشؔ کی طباعت ۱۳۱۴ ہجری مطابق ۱۸۹۶ء میں ہوئی۔ مطبع
کا نام گلشن فیض لکھنؤ ہے۔ مرتب آپ کے خلف اکبر نواب نثار احمد
خاں ہیں۔ مقدمہ کلیات ہوشؔ میں صحیح مرقوم ہوا۔ "فن شاعری میں طاق
علم حکمت میں شہرۂ آفاق، علم ہیئت و ہندسہ میں مشہور، ہر ذی شعور
ان کی ذہانت اور طباعی کا قائل، ہر اہل کمال ان کے کمال بے زوال
پر مائل غرض کہ کوئی فن ایسا نہ تھا جس میں جناب کو دست قدرت نہ
تھی۔ کوئی علم ایسا نہ تھا جس میں تمام و کمال واقفیت نہ تھی بہت
سے شاگرد ان کے صاحب دیوان ہیں"
ہوشؔ "گلدستۂ ہوش افزا" اپنے اہتمام میں نکالتے تھے اس کی
طباعت مطبع نظامی کانپور میں ہوتی تھی۔
ہوشؔ بہترین غزل گو اور بڑے قصیدہ نگار تھے بریلی میں ان کا روشن
کیا ہوا چراغ شاعری مدتوں تک محفل سخن کی زینت بنا رہا۔ میرے
عہد طفولیت تک وہ افراد زندہ تھے جنہوں نے ہوشؔ کو دیکھا تھا اور
ان کے مشاعروں میں شریک ہوئے تھے ہوشؔ لفظیہ مشاعرے کا بھی
اہتمام کرتے تھے۔ افسوس کہ حدیقۂ نعت نایاب ہے زیر نظر نعت
پر آثم بریلوی نے تضمین لکھی تھی۔ لہذا "منظر حق" سے اس کو نقل
کر رہا ہوں۔

آپ کی وفات بعمر پچپن سال ۳۰ر جون ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔

نعت

ہر سر میں ہے سودائے سر موئے محمدؐ
سارا ہے جہاں بستۂ گیسوئے محمدؐ
اللہ سے واصل ہو جھکائے جو کوئی سر
آغوشِ خدا ہے خمِ ابروئے محمدؐ
رنگِ گلِ وحدت ہے بہارِ رخِ حضرت
اللہ کی بو دیتی ہے خوشبوئے محمدؐ
پلے ہیں جو رحمت کے تو ہے مرغِ شفاعت
اڑتا ہوا شاہینِ ترازوئے محمدؐ
موسیٰ کی جہاں شمعِ نظر نے نہ دیا کام
اوس بزم کے اگلے ہیں دو بازوئے محمدؐ
جب عین خدا کی ہوا دھر چشمِ عنایت
پھر کس کی نظر ہے جو نہ ہو سوئے محمدؐ
کیا حوروں کی تزئین کا ہے ذکر یہاں ہوش
عرفاں ہے آئینۂ زانوئے محمدؐ

—٥—

ماخذ:
کلیاتِ ہوش ۔ حیاتِ حافظ رحمت خاں ص ۲۲۶۔
منظورِ حق ص ۱۶۵ ۔ چند شعرائے بریلی ص ۱۳۲۔

یکتا، نام سید کاظم علی۔
مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی کے رشتہ دار اور شاگرد تھے۔
مسجد ڈومنی کے قریب محلہ ذخیرہ میں مکان تھا۔
کچہری میں ملازم تھے۔
ان کا کلام گلدستۂ لطیف بریلی بابت جولائی ۱۸۷۴ء میں بھی نظر سے گزرا۔ معلوم ہوا کہ ان کی شاعری کا آغاز انیسویں صدی عیسوی میں ہوا۔
زیرِ نظر نعت آئینۂ مغفرت سے نقل کی گئی ہے۔

نعت

ورد ہو لبوں پر محمدؐ محمدؐ
تو وردِ زباں کر محمدؐ محمدؐ
اٹھوں روزِ محشر میں اس طور سے
کہ ہو میرے لب پر محمدؐ محمدؐ
جو کچھ شک ہو اے منکرو دیکھ لو
ہے قرآں میں اکثر محمدؐ محمدؐ
جنازہ کے ساتھ ہوں یارِ غار
کہیں سب برابر محمدؐ محمدؐ
نکیرین پوچھیں گے کس کی ہے امت
کہوں گا میں بڑھ کر محمدؐ محمدؐ
شفاعت میں تاخیر جس وقت ہوگی
کہیں گے پیمبر محمدؐ محمدؐ

ہے یکتا کی یہ آرزو صبح و شام
ہو کہنا میسر محمد محمد

—o—

ماخذ:

حالات ان کے خاندانی بزرگوں سے معلوم ہوئے۔
آئینۂ مغفرت حق
گلدستۂ لطیف بریلی جولائی ۱۸۷۴ء

ضمیمہ

اس ضمیمہ میں دو طرح کے شعراء شامل ہیں۔ اولاً وہ شعراء جن کے حالات تو دستیاب ہوئے مگر ان کا کلام نعت نہ مل سکا حالانکہ وہ نعت گو بھی تھے اور نعت گوئی میں بہرۂ خاص رکھتے تھے ثانیاً وہ شعراء جن کے متعلق معلومات اُس وقت ہمدست ہوئیں جب کہ یہ تذکرہ مکمل ہو چکا تھا۔ اب ہم ذیل میں ان شعراء کے حالات و کلام پیش کرتے ہیں۔

ارشاد، حافظ ارشاد علی آپ کا تعلق سادات امروہہ سے تھا۔ آپ کے والد سید احسان علی صاحب تحصیل چاند پور ضلع بجنور میں تحصیل دار تھے۔ حافظ صاحب بریلی کے مشہور خوشنویس تھے اور خوشنویسی ہی ان کا ذریعہ معاش تھا اس سلسلے میں آپ لاہور میں بھی رہے جہاں آپ قرآن کی کتابت کیا کرتے تھے لاہور سے واپسی پر آپ مولوی احمد رضا خاںؒ کے دارالافتا میں فتاویٰ کی نقل کرنے کی خدمت پر مامور ہوئے۔ خانقاہ نیازیہ بریلی میں بزمانہ حضرت شاہ محی الدین احمد عرف ننھے میاں کتب مشاغل کی نقل کرنے کی خدمت پر مامور ہوئے عمر آخر میں گوشہ نشینی اختیار کی آپ کا انتقال ۲۲ ۱۹۲۲ء میں بمقام انباہ ضلع سیوڑھ سابق ریاست گوالیار میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۶ برس کی تھی آپ مولانا حسن بریلوی کے شاگرد تھے۔ صاحب دیوان تھے غزل، نعت اور منقبت میں کافی سرمایہ شاعری چھوڑا۔ کلام محفوظ نہیں رہا۔ آپ کی صاحبزادی

(زوجہ سید محمود حسین مرحوم۔ متصل چاہ خرم ذخیرہ، بریلی) کے پاس تلف شدہ دیوان کے چند اوراق محفوظ تھے۔ یہ اوراق ان کے قلم سے ہی لکھے ہوئے تھے پرانے گلدستوں میں بھی کلام نظر سے گزرا مگر کلام نعت میسر نہیں آیا۔ حالانکہ وہ نعت و منقبت کے بھی معروف شاعر تھے ؎

الفت پری کی ہے نہ محبت ہے حور کی
ارشادؔ اپنے دل میں ہے شاہ زمن کا عشق

اویسی، شاہ محی الدین مشائخ زادگان بریلی میں سے تھے۔ سرہند کے پیرزادوں سے تعلق تھا بروایت شیفتہ (گلشن بیخار ص ۳۴) وہ دکن بھی گئے تھے الطاف علی بریلوی نے حیات حافظ رحمت خاں میں (ص ۲۳۳) ان کا ایک قطعہ نقل کیا ہے جو انھوں نے نواب حافظ رحمت خاں کی شہادت کے موقع پر کہا تھا اس سے معلوم ہوا کہ شاہ اویسی ۱۷۷۴ء میں حیات تھے کیونکہ حافظ رحمت خاں کی شہادت ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو ہوئی تھی۔ مختلف تذکرات شعراء میں ان کے اشعار غزل تو ملتے ہیں مگر اشعار نعت نہیں ملتے حالانکہ ایک شیخ طریقت نے مدح محبوب خدا میں ضرور کلام نعت کہا ہوگا۔ اس وقت ان کا کلام نعت و غزل ناپید ہے۔

جلیل، سید دل جان آپ کے مورث اعلیٰ خواجہ میر علی بزمانہ نواب حافظ رحمت خاں بخارا سے بریلی تشریف لائے۔ آپ کے والد کا نام سید احسان علی تھا اور وہ محلہ پھول والان بریلی کے ساکن تھے آپ کی ابتدائی تعلیم مکتب میں ہوئی بعد کو اردو مڈل کی سند حاصل کی۔ کلکٹری بریلی میں ڈاک محرر کی خدمت پر مامور تھے ۱۹۶۰ء میں ملازمت سے پنشن لی اور ایک سال کے بعد ۱۹۶۱ء میں وفات پائی۔

ابتدا میں تخلص حقیر اختیار کیا تھا۔ بعد کو جلیل تخلص اختیار کیا اور اسی سے معروف ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں شفیع احمد عیش بریلوی المتوفی ۱۹۲۶ء تلمیذ داغ دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ کسب کمال کے ساتھ صف اساتذہ میں شمار کئے جانے لگے۔ نہایت فصیح البیان تھے دبستان داغ کے رنگ شاعری پہ تمام عمر قائم رہے۔ نعت گوئی میں بھی شہرت پائی۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے آپ کا کلام غیر مطبوعہ رہا۔ باقیات الصالحات میں کلام نعت و غزل پر مشتمل اوراق آپ کے برادر زادہ جناب شکیل نظامی بریلوی کے پاس محفوظ ہیں۔ ان سے ہی حالات زندگی اور کلام شعر دستیاب ہوئے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

یہ ہے قرآن سے ثابت رحمت اللعالمین تم ہو
اسی نسبت سے اے آقا شفیع المذنبیں تم ہو

خدا نے پشت پر مہر نبوت ثبت فرما کر
یہ ظاہر کر دیا سب پر کہ ختم المرسلیں تم ہو

شب معراج اپنے پاس آقا عرش اعظم پر
بلایا جن کو حق نے بھیج کر روح الامیں تم ہو

تمہاری ہی طرف اٹھیں گی نظریں اہل محفل کی
سمجھتے ہیں یہ سب محبوب رب اللعالمیں تم ہو

مری سکرات کی تکلیف راحت سے بدل جائے
سرہانے میرے اے آقا جو وقت واپسیں تم ہو

نہ تھے یہ ماسوا کچھ بھی تمہارے نور سے پہلے
ہوا روشن جہاں جس سے وہ شمع اولیں تم ہو

جلیل زار کو بھی بخشوا لینا قیامت میں
یہ عاصی ہے مرے آقا شفیع المذنبیں تم ہو

جوش، محسن علی خاں

گزشتہ صدی کے ایک باکمال صاحب دیوان شاعر تھے خاندان کمبوہاں سے وابستہ تھے ان کا دیوان چھپ گیا تھا اور اس کی ایک کاپی خاندان کمبوہاں کے ایک معزز فرد نواب کبیر حسین خاں مرحوم کے پاس محفوظ بھی تھی مگر افسوس نواب کبیر حسین خاں صاحب سے تعلق قلبی کے باوجود مذکورہ دیوان دیکھنے کو نہیں ملا۔

محسن علی خاں جوش کا حوالہ نواب نیاز احمد خاں ہوش کے کلیات میں ملتا ہے (حق) نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی نے ان کی وفات پر ۱۲ اشعار کا قطعہ تاریخ لکھا جو کلیات (حق) میں شامل ہے۔ اس قطعہ سے معلوم ہوتا کہ وہ بے مثل انسان تھے۔ حاذق طبیب تھے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے ادنیٰ و اعلیٰ سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے تھے دم واپسیں لب پر شغل درود اور ذکر حق تھا۔ انھوں نے نعت احمد میں ایک قصیدہ لکھا جو "بیت جنت کا قبالہ" ہوا۔ "اس کے مضامین گل کی وجہ سے قرطاس پہ گلشن کا دھوکہ ہوا"۔ ان کی وفات ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔ "چراغ خلد اچھا ہے" سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

جب تک مطبوعہ دیوان دیکھنے کو نہ ملے مذکورہ قصیدہ نعت اور دیگر نعتیہ کلام پر نہ تو رائے دی جا سکتی ہے اور نہ اس کو نقل ہی کیا جا سکتا ہے۔

حمید حافظی

۱۹۸۳ء میں فوت ہوئے۔ میرے کرم فرما تھے مرد مومن اور باشریعت تھے محکمہ پولیس میں ملازم تھے مشغلہ نعت گوئی میں عمر بسر کر دی۔ شہر بریلی میں نعت گو کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے میری کوشش بلیغ کے باوجود اپنے نعتیہ کلام سے روشناس

نہیں کرایا بعض مشترک احباب کی معرفت بھی تقاضے کرائے مگر ان کا کلام میسر نہیں ہوا۔ ان کا تمام سرمایۂ شاعری غیر مطبوعہ ہے اور غالباً اس کی طباعت کی کوئی صورت بھی نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میری آرزو کے باوجود بھی اس تذکرے میں ان کا کلام شامل ہونے سے رہ گیا۔

رواںؔ، سید ہادی علی

مولوی قاسم علی خواںؔ بریلوی کے صاحبزادے تھے۔ جی بریلی میں ملازم تھے اپنے زمانے میں صف اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ بریلی میں ان کا یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے ؎

رواںؔ پتہ یہ چلا انتہائے منزل پر
کہ اب یہاں سے چلو تیری جستجو کے لئے

ان کے غیر مطبوعہ دیوان کا نام "فیض جاوداں" (۱۳۴۰ ہجری/۲۱-۱۹۲۰ عیسوی) ہے جس کے صرف پارہ اوراق آپ کے صاحبزادے جناب افتخار علی صاحب کے پاس محفوظ ہیں اور جو انھوں نے بہ کمال عنایت مجھے برائے استفادہ دکھائے۔ آپ کا رنگ سخن اپنے والد صاحب سے بالکل جدا ہے آپ کے اشعار میں کہیں معاملہ بندی کا لطف ہے اور کہیں فقر و تصوف کی جھلک اس پر بے عیب روانی زبان و محاورہ مستزاد ہے تمام کلام دلکش ہے۔ آپ اعلیٰ پایہ کے نعت گو بھی تھے مشاعروں میں بالالتزام شرکت فرماتے۔ افسوس کہ کوشش کے باوجود آپ کا کلام نعت دستیاب نہیں ہوا۔

آپ کی وفات اپنے والد کی زندگی میں ہی ۱۹۳۳ء میں ہوئی۔

راقمؔ، مشتاق حسین

سانولا رنگ، گول سیاہ بھری ہوئی داڑھی، سر پر ہمیشہ ٹوپی جمی ہوئی، جسم پر کوٹ یا شیروانی ہاتھ میں مختصر سی چھڑی جس کو عرف عام میں رول کہتے ہیں، منہ میں پان، لبوں پر تبسم،

میانہ روی سے آتے جاتے نظر پڑتے تھے۔ میری ملاقات سلام دعا کی حد تک تھی حالانکہ وہ میرے پڑوسی تھے محلہ خواجہ قطب بریلی کے پرائمری اسکول میں صدر مدرس تھے چند بار ڈاکٹر سعید احمد بریلوی (متوفی ۱۹۵۲ء) کی بزم احباب بریلی میں شرکت کی مگر بزم کے صرف ادبی مباحثوں میں ہی حصہ لیا، بزم کے مشاعروں میں کبھی تشریف نہیں لائے ۱۹۵۰ء میں اچانک کراچی چلے گئے۔

شاعری میں شفیع الدین خواجہ بریلوی کے شاگرد تھے ان کی زندگی میں فارغ الاصلاح ہو گئے ان کے اپنے تلامذہ بھی تھے خاص طور پر محلہ خواجہ قطب اور گلی حکیم وزیر علی وکٹرہ مانرائے کے سخن سنج ان سے خوب مستفیض ہوئے سیرت کمیٹی بریلی کے سکریٹری بھی تھے ان کی نظامت میں سیرت کمیٹی بریلی کے سالانہ مشاعروں کا انعقاد ہوتا تھا۔ افسوس کہ ان کا کلام دستیاب نہیں ہوا۔ ان کے وابستگان بھی مر کھپ گئے۔ ان کا یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے ؎

شاعر تعصبات کی دنیا سے دور ہے
شاعر کے دل میں وسعتیں ہیں تنگیاں نہیں

صد حیف کہ جس نے نعتیہ مشاعروں کی نظامت کی صدہا نعتیں لکھیں اور سنائیں آج اس کا ایک شعر نعت بھی نہیں مل سکا۔ کراچی میں راقم صاحب کسی اسکول میں مدرس ہو گئے تھے جہاں ۱۹۵۶ء میں ان کی وفات ہو گئی۔ شاید وفات کے وقت ان کی عمر پچپن برس سے زیادہ نہیں ہوگی ان کے دونوں صاحبزادگان تعلیم یافتہ اور ہوشمند تھے ممکن ہے انھوں نے اپنے والد کی بیاضوں کو محفوظ رکھا ہو۔ مجھے کوشش کے باوجود ان کے صاحبزادگان کا پتہ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

شوق، محمد نبی ان کے والد کا نام الٰہی بخش تھا اور وہ رہنے والے تھے محلہ بخشی والان بجنور کے۔ شوق صاحب کی پیدائش محلہ کانکر ٹولہ بریلی میں ۱۳ ستمبر ۱۹۱۲ء کو ہوئی مکتبی تعلیم مرزائی مسجد شہر کہنہ بریلی میں جناب عبدالرحیم ذوق بریلوی سے حاصل کی ذوق کے زیر اثر ہی شاعری کا چسکا لگا۔ اپنے ابتدائی کلام غزلیات پر ان سے ہی اصلاح وصول کی لیکن بعد کو کسی دوسرے استاد کے آگے زانوئے شاگردی تہ نہیں کیا اپنے ذوق کو ہی رہنما بنایا۔ آپ نے ثانوی دور کی تعلیم مسجد فتح پوری دہلی میں حاصل کی بعد کو منشی، منشی فاضل وغیرہ کے امتحانات پاس کئے آپ باعتبار پیشہ مدرسہ اشاعت العلوم محلہ خام بریلی میں مدرس تھے اسی مدرسہ میں منشی علی حسین ضمیر بریلوی فتاووں کی نقل نویسی کی خدمت پر مامور تھے دونوں میں چشمک رہتی تھی جس سے پورا شہر آگاہ تھا۔ اب نہ ضمیر صاحب ہیں اور نہ شوق صاحب۔ دونوں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اب نہ وہ چشمکیں ہیں اور نہ وہ شور و شر۔ دونوں اپنی اپنی قبروں میں محو خواب ہیں۔

شوق صاحب غزل گو تو تھے ہی، نعت گوئی میں بھی بہرہ رکھتے تھے مشاعروں میں ان کے کلام کو شوق سے سنا جاتا تھا ان کا شمار اساتذہ میں کیا جاتا تھا۔ ہمیں جناب انور چغتائی بریلوی کی معرفت ان کے حالات فراہم ہوئے۔ ایک نعت بھی بطور نمونۂ کلام موصول ہوئی۔

سرِ فرشتگاں ٹھہر جائے [illegible] در سرور کا
خدا شاہد وہ اک آنسو ہے حاصل زندگی بھر کا
جو ٹل جائے تو ٹل جائے مرے ایام کی سختی
قدوم پاک سے دل موم ہو جاتا ہے پتھر کا

تیرے قدموں کا اونچا مرتبہ ہے عرشِ داور سے
تیرے قدموں سے اونچا مرتبہ ہے عرشِ داور کا
وہی اک سانس جو یادِ شہ لولاک میں گزرے
اسی اک سانس پہ قربان حاصل زندگی بھر کا
معاذ اللہ شوق اور توبۂ باطل سے ڈر جائے
یہ مانا ہم نے کہتا ہے مگر سرکار کے در کا

شوق صاحب کی وفات ۲۲ فروری ۱۹۷۷ء کو ان کے مکان واقع کٹرہ چاند خاں شہر کہنہ بریلی میں ہوئی۔ شوق صاحب کی وفات سے شہر کہنہ بریلی کی شاعری کو دھکا لگا ہے کیونکہ ان کی ذات سے شعر و شاعری کی محفل آباد تھی

شایاں، سید نور الحسین شاہ ان کا گھریلو نام مظفر علی ہے مولوی قاسم علی خواباں کے بیٹے ہیں تقسیم وطن سے پہلے کمشنری بریلی میں ملازم تھے بریلی کے مشہور وکیل مولوی یوسف علی سے نسبت فرزندی رکھتے تھے ترک وطن کرکے کراچی چلے گئے۔ شہر میں نعت گو کی حیثیت سے متعارف تھے ان کا کلام نعت نہیں ملا۔ صرف ایک شعر فراہم ہوا جو مندرجہ ذیل ہے۔

جانِ ایماں سے رخصت ہوئی تن سے شایاں
مرتے دم نام محمد جو زباں پر آیا

ضمیر، علی حسین میرے ہم محلہ بزرگ و کرم فرما تھے ابتدا میں مرزا رستم یار بیگ قیصر بریلوی کے شاگرد ہوئے اس وقت ان کا تخلص جفا تھا بعد کو منشی قمر الحسن قمر بدایونی (متوفی ۱۹۴۱ء) اور سیماب اکبرآبادی (متوفی ۱۹۵۱ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے۔ مرزا رستم یار بیگ قیصر کے صاحبزادے مرزا احمد یار بیگ احمد عرف حکیم مسیت سے بھی

استفادہ کیا بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ شعر و ادب ان کے رگ و خوں میں پیوست تھے بڑھاپے میں بھی حافظہ اس قدر عمدہ تھا کہ بایدو شاید۔ ہزاروں اشعار نوکِ زبان پر تھے پرانے اساتذہ کی صحبتیں دیکھی تھیں جس کی وجہ سے طبیعت میں احتیاط کا مادہ پیدا ہو گیا اور شعر میں معمولی سقم کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ بالعموم معاصرین شعراء سے کشیدہ رہے۔ بریلی میں محمد علی شوقؔ، تبارک علی عبرتؔ، نظیرؔ اور صابر بریلوی سے معرکہ آرائی ہوئی۔ بعد کو طبیعت میر علی اور امید رضوی سے بھی دیرینہ تعلقات ختم ہو گئے۔

بلاشبہ شاعر بہت عمدہ تھے۔ اشعار میں گرمیٔ جذبات کا خاصہ تھا۔ درد کی خفیف کسک تھی۔ پڑھتے بھی لاجواب تھے۔ آواز میں بہت درد تھا۔ چنانچہ مشاعرہ پر چھا جاتے تھے طویل عمر شاعری پائی مگر تلامذہ کی فوج نہیں جمع کی۔ جو دو چار تلامذہ ان سے وابستہ تھے وہ کامیاب ہوئے۔

ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی، بیرونجات کے مشاعروں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ سلام، نعت، منقبت، مرثیہ، مناجات، غزل غرضکہ ہر مروجہ صنفِ سخن میں وافر سرمایہ شاعری چھوڑا۔ اشاعتِ کلام پر کبھی توجہ نہیں دی اور اب صورت یہ ہے کہ مجھے ان کی صرف ایک نعت انورؔ چغتائی کے ذریعہ مل سکی۔

آپ کی وفات ۲۶ جون ۱۹۷۶ء کو ہوئی ۷۸ برس زندہ رہے۔ قلیل آمدنی پر صبر و قناعت سے گزارا کیا اور شاعری کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ خدا مغفرت فرمائے۔ ہمیشہ یاد آئیں گے۔

ہے یہ اثرِ حسنِ عملِ دیدارِ مدینہ
اب قلب کی رگ رگ میں ہیں انوارِ مدینہ

یہ بات بتاتی ہے مجھے اہلِ نظر سے
بنیادِ حرم میں بھی ہیں آثارِ مدینہ
ہر گام پہ میں لطفِ خلش یاد کروں گا
چبھ جائے مرے دل میں کوئی خارِ مدینہ
ہر چیز ہے اک مرکزِ حیرانیٔ پیہم
آئینہ در آئینہ ہے بازارِ مدینہ
اب میری بھی سن لیجے روداد شہا ہی
سرکار مرے اے مرے سرکارِ مدینہ
مخصوص ہیں صرف ان کی محبت کے لئے دل
ہر دل میں کہاں ہوتے ہیں انوارِ مدینہ
یہ دردِ غمِ عشقِ نبیؐ سب کو خدا دے
ہو جائے ہر اک آدمی بیمارِ مدینہ
مختار بھی مالک بھی ہیں جو چاہیں جسے دیں
وہ کون وہی احمدِ مختارِ مدینہ
ہے قلبِ ضمیرؔ آج ہر اک رخ سے منوّر
اے صلِ علیٰ عالمِ انوارِ مدینہ

لائق، لیاقت حسین ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی محمد جان تھا اور وہ ایڈوکیٹ تھے مستقل سکونت محلہ قصائی ٹولہ شہر بریلی میں تھی۔ آپ کی شادی مرزا رستم یار بیگ قیصرؔ بریلوی کے صاحبزادے مرزا سعادت یار بیگ معتبرؔ (متوفی ۱۹۵۰ء) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ زمینداری ذریعہ اوقات گزاری تھی بعد کو ٹیوشن کر کے گزر بسر کرتے رہے پرانی وضع کے بااخلاق انسان تھے

شعر و شاعری سے گہری دلچسپی تھی۔ مشاعروں میں شریک ہوتے تھے اپنے اشعار پر اپنے خسر سے ہی اصلاح وصول کی۔ نعت گوئی سے بھی شغف تھا ایک مجموعہ نعت مسمیٰ "پیام مغفرت" مرتب کیا جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

آپ نے ۶؍ دسمبر ۱۹۷۶ء کو بوقت نصف شب حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرمایا۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ آمین۔ مجھ سے یاد اللہ تھی اور ایک بار انھوں نے بریلی کے بعض پرانے رسائل مجھے دکھائے جن کی خاصی تعداد ان کے پاس محفوظ تھی۔ دیکھئے اس تمام سرمایہ کا کیا انجام ہو۔

یہیں ایک نعت انور چغتائی کے ذریعہ موصول ہوئی جو مندرجہ ذیل ہے ؎

انھیں کیجے قبول آقا یہ موتی ہیں عقیدت کے
چھپا کر لایا ہوں آنکھوں میں کچھ آنسو محبت کے
خدا چاہے تو ہم بھی جائیں گے آقا کے روضے پر
کبھی تو آئیں گے چھینٹے ادھر بھی ابرِ رحمت کے
مناظر روضۂ اقدس کے ہیں سب جذب آنکھوں میں
اگرچہ دور ہوں لیکن مزے آتے ہیں قربت کے
اگر آقا مجھے ٹھوکر کی جگہ دیں اپنے قدموں میں
مری تقدیر جاگ اٹھے مزے آجائیں جنت کے
کئے ہیں نصب دنیا میں علم محبوبِ داور نے
سخاوت کے شجاعت کے صداقت کے نیابت کے
ہدف ہے کعبۂ ایماں ندا اے سرورِ عالم
ہوئے ہیں دشمنانِ دین درپے دین و ملت کے

ہوائے تند کے جھونکوں سے کیا ڈر ہو انھیں لائق
شجر تو ہیں تر و تازہ رہیں گے باغِ امت کے

مقیم / محمد مقیم خاں | نواب حافظ رحمت خاں کے نبیرہ اور نواب محبت خاں محبتؔ (متوفی ۱۸۰۹ء) کے فرزند تھے۔ الطاف علی بریلوی نے ان کا ذکر حیات حافظ رحمت کے فٹ نوٹ (صفحہ ۳۱۹) میں کیا ہے آپ کے صاحبزادے جناب احمد حسن خاں جوشؔ بھی خاندان روہیلہ کے برگزیدہ شاعر گذرے ہیں۔

آئینۂ مغفرت (ص۲۱) میں محمد مقیم خاں مقیمؔ کی ایک نعت چھپی ہے مرتب گلدستہ نے ان کے نام کے ساتھ "مداحِ رسول کریم مداحِ یزدانی" لکھا ہے جس سے ان کی رسول اکرمؐ سے نسبت عشق اور وجہ نعت گوئی کا علم ہوتا ہے۔

نعت مندرجہ ذیل ہے ؎

ضیا تیرے انور کی ہر سو بسو ہے
ترے حسن کا شور و غل کو بکو ہے
یہ اوس چاند کی چاندنی چار سو ہے
کہ قرآن میں جس ماہ کا وصف رو ہے
ثنا ور جو ہے بحرِ عشقِ نبی کا
بڑی اوس کی پیشِ خدا آبرو ہے
گلِ نورِ رحمت سے بھرتا ہوں دامن
بہارِ جمالِ نبی روبرو ہے
ذرا ایک ادنیٰ سا وصف اوس کا یہ ہے
سب عالم سے اعلیٰ وہ فرخندہ خو ہے

ناؔمی، حکیم سید برکت علی

آپ محلہ ذخیرہ میں رہتے تھے۔ گزر اوقات کا ذریعہ زمینداری تھی حکیم برائے بیت تھے۔ شہر کے معززین میں شمار کئے جاتے تھے ابتدا میں مولانا حسن رضا خاں حسؔن بریلوی (متوفی ۱۹۰۸ء) کے شاگرد ہوئے ان کا شمار حسؔن بریلوی کے معروف تلامذہ میں کیا جاتا ہے" ذوقِ نعت" جس کی اشاعت مولانا حسؔن بریلوی کی وفات کے بعد ہوئی اس میں حالات مصنف حکیم ناؔمی کے ہی تحریر کردہ ہیں۔ ان کا کلام بعض گلدستوں میں چھپتا تھا افسوس کہ ان کا نعتیہ کلام فراہم نہیں ہو سکا۔ گلدستوں میں صرف غزلیات طبع ہوئیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ وہ دبستان داغؔ کے اتباع کرنے والے تھے اور ساتھ ہی ساتھ فصیح البیان اور مضمون کی بلندی کے دلدادہ بھی۔ کہیں کہیں اشعار میں تصوف کی چاشنی بھی ہے۔ مولانا حسؔن بریلوی کی وفات کے بعد آپ مفتی عماد الحسن محوؔ بریلوی (متوفی ۱۹۲۶ء) کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے تھے۔

ہلاؔل، فرحت محمد خاں

پیدائش ۲۶ فروری ۱۹۲۷ء برادر زادہ جناب نادر شاہ خاں رستؔم بریلوی۔ ساکن محلہ کنگھی ٹولہ متصل جامع مسجد بریلی۔ اپنے چچا جناب رستؔم بریلوی کے زیر اثر شاعری شروع کی ابتدا میں بخت عالم شاہ خاں شوخؔ بریلوی سے مشورہ سخن کیا بعد کو زکی احمد نازؔ بریلوی سے دوستانہ مشورہ سخن کا سلسلہ جاری رہا۔ چودہ پندرہ برس کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا مشاعروں میں بھی شریک ہوئے کلام محفوظ نہیں کیا ان کی طبیعت میں جدت اور روانی تھی کلام شعر با نعت ہے نعتیہ اشعار میں رمز و رنگینیت ہے جو شاید ان کی تصوف پسندی اور طرقِ درویشی سے پیدا ہوئی۔

چند برس پہلے ان کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا۔ زندگی کی خرافات و مکروہات سے تائب ہو کر وطیرۂ فقر و درویشی اختیار کیے سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے۔ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے خود بھی مرید کیے۔ غزلگوئی ترک کر دی اردو سے زیادہ فارسی میں کہنا شروع کیا۔ کلامِ فارسی بھی غیر محفوظ ہے کیونکہ انھیں کلام جمع کرنے کا نہ کبھی شوق تھا اور نہ سلیقہ میرے اصرار پر ایک اردو نعت مجھے دے گئے تھے جو مندرجہ ذیل ہے ؎

سجا کر آئینۂ در آئینہ تنویر وحدت کی
بلائیں لے رہا ہے خود کوئی اپنی ہی صورت کی
نرالی شان تھی تعلیم سرکارِ نبوت کی
عمل خود بھی کیا پہلے اگر کوئی نصیحت کی
محبت دیکھیے خیر البشر فخرِ رسالت کی
کہ رو رو کر انھوں نے خیر مانگی اپنی امت کی
سمٹ کر آگئیں سب دوریاں توسین کی حد میں
ادھر بھی شان وحدت کی ادھر بھی شان وحدت کی
اگر ان کو بشر کہیے تو ہیں ایسے بشر آقا
کہ جبریلِ امیں نے بے تکلف انکی خدمت کی
سجا کر ذہن میں نورِ نبی پاک و برتر کو
خدائے پاک نے آرائشِ دنیا کی نیت کی
وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
سمجھ میں کیا ہلاؔل آئے جو ہے تنویر وحدت کی

ہلاؔل کا انتقال بعارضہ سرطان ۱۲ نومبر ۱۹۸۵ء کو ہوا۔

کتابیات

گلدستے:

گلدستہ لطیف بریلی۔ بابت جولائی ۱۸۷۴ء۔
گلدستہ آئینۂ سخنوت بریلی۔ اشاعت اول باہتمام محمد خاں تاجر کتب بریلی۔ ۱۸۹۶ء
اشاعت ثانی در مطبع گلشن فیض لکھنؤ ۱۸۹۸ء۔
گلدستہ شکوہ یار بجنور۔ بابت مئی ۱۹۱۰ء۔
گلدستہ نہال سخن بریلی بابت ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۷ء۔
گلدستہ کمال دہلی۔ بابت جنوری ۱۹۱۲ء تا اپریل ۱۹۱۲ء۔
گلدستہ ارمغانِ قیصر۔ بابت اپریل ۱۹۲۲ء۔
گلدستہ مشاعرہ مسمیٰ بزم سخن۔ منعقدہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۴ء محلہ باسخانہ بریلی۔
گلدستہ نعت مشاعرہ سیرت کمیٹی بریلی۔ منعقدہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۳ء گلی حکیم وزیر علی محلہ خواجہ قطب بریلی۔

دواوین:

دیوان لطفؔ۔ لطف علی خاں لطفؔ بریلوی۔ ۱۸۸۹ء۔
کلیات ہوش۔ مرتبہ نواب نثار احمد خاں۔ ۱۸۹۴ء۔
گلشن نعت۔ نواب عبد الرزاق خاں رزاقؔ۔ ۱۸۷۳ء۔
منظر حق۔ حضور احمد خاں آثمؔ۔ ۱۸۸۷ء۔
ذوقِ نعت۔ مولانا حسنؔ بریلوی ۱۹۰۸ء۔
حدائقِ بخشش۔ مولوی احمد رضا خاں رضاؔ بریلوی۔ ۱۹۰۸ء۔
قبالۂ بخشش۔ جمیل الرحمٰن خاں جمیلؔ بریلوی۔ ۱۹۲۱ء۔
دامنِ پیغمبر۔ نیاز اللہ خاں ظریف۔ ۱۹۳۰ء۔
ریاضِ عبقری۔ محمد فاضل عبقری۔ ۱۹۳۴ء۔

گلہائے عقیدت۔ دیبی پرشاد مستؔ۔ ۱۹۷۲ء۔
قبالۂ جنت۔ مشتمل بہ کلام نعت شعرائے متفرقہ۔

تذکرات و تاریخ:

تذکرہ شعرائے اردو۔ میر حسن۔ انجمن ترقی اردو دہلی۔ ۱۹۴۰ء۔
تذکرہ ہندی۔ غلام ہمدانی مصحفی۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد۔ ۱۹۳۴ء۔
طبقات الشعراء۔ قدرت اللہ شوق۔ مرتبہ نثار احمد فاروقی۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۸ء۔
طبقات الشعرائے ہند (قلمی) کریم الدین۔ رضا لائبریری رامپور۔
تذکرہ خوش معرکہ زیبا۔ سعادت علی خاں ناصر لکھنوی مرتبہ مشفق خواجہ۔ مجلس ترقی
ادب لاہور۔ ۱۹۷۰ء۔
گلشن بیخار۔ شیفتہ۔ نفیس اکیڈمی کراچی۔ ۱۹۶۳ء۔
انتخاب یادگار۔ امیر مینائی۔ تاج المطابع رامپور۔ ۱۸۷۳ء۔
خمخانہ جاوید۔ سری رام۔ امپیریل بک ڈپو دہلی۔ ۱۹۱۱ء۔
اخبار الصنادید۔ حکیم نجم الغنی خاں۔ نول کشور پریس لکھنؤ۔ ۱۹۱۸ء۔
حیات حافظ رحمت خاں۔ الطاف علی بریلوی۔ نظامی پریس بدایوں۔ ۱۹۳۳ء
طبع ثانی کراچی ۱۹۸۰ء۔
تاریخ فرخ آباد (قلمی) ولی اللہ۔ رضا لائبریری رامپور۔

دیگر کتب:

قصائد عقیدت۔ مقتدی احمد فرشوری۔ سرسید بک ڈپو علیگڑھ۔ ۱۹۶۶ء۔
چند شعرائے بریلی۔ لطیف حسین ادیب۔ مرکز ادب اردو لکھنؤ۔ ۱۹۷۶ء۔
آئینہ دلدار۔ محمد ابرار احمد صدیقی۔ اردو اکیڈیمی سندھ کراچی۔ ۱۹۵۶ء۔
میر غلام علی عشرت بریلوی۔ ڈاکٹر احمد سجاد۔ گہوارۂ ادب۔ رانچی۔ ۱۹۷۸ء۔
۱۸۵۷ء کے مجاہد شعراء۔ مولانا امداد صابری۔ مکتبہ شاہراہ دہلی۔ ۱۹۵۹ء۔

تلامذۂ غالب۔ مالک رام۔ نکودر پنجاب۔ ۱۹۵۷ء۔
فاضل بریلوی۔ ڈاکٹر مسعود احمد۔ مجلس رضا لاہور۔ ۱۹۷۶ء۔
حیات اعلیٰحضرت۔ ظفر احمد۔ مکتبہ رضویہ کراچی۔

مقالات:

امیرالدین آزاد اور ان کا کلام۔ لطیف حسین ادیب۔ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۷ء۔
کرامت علی خاں شہیدی۔ لطیف حسین ادیب۔ معارف اعظم گڑھ جنوری ۱۹۶۸ء۔
بریلی کے خاندان مفتیان کی شاعری کا مختصر جائزہ۔ لطیف حسین ادیب۔ معارف اعظم گڑھ۔ اگست ۱۹۶۷ء۔
قصیدہ خزینۃ البرکات۔ مرتبہ لطیف حسین ادیب۔ قومی زبان کراچی نومبر ۱۹۶۶ء۔
مولانا ناصر الدین ناصر۔ لطیف حسین ادیب۔ آستانۂ ذکریا ملتان جولائی ۱۹۵۰ء

اسماء نعت گویان بریلی